کیا اسی کا نام دین اور اسی کا نام دیانت ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو پھر:۔

ع فلیبك علی الاسلام من کان باکیا

سوال: خالصی نے اپنے رسالہ مدینۃ العلم کے ص ۲۱۶ پر لکھا ہے "و امیر المومنین سلام اللہ علیہ لیس شیعیًا ولا سنیًا و انما ھو العنوان الکامل للمسلمین" یعنی امیر المومنین علیؑ نہ سنی تھے اور نہ شیعہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک کامل عنوان تھے (خالصیت نامہ ص ۱۸) اس کی وضاحت کر دیں۔

جواب: اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی اوپر اس رسالہ کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں صرف آقائ خالصی مرحوم کی ہی نگارشات شائع نہیں ہوتی تھیں بلکہ دوسرے قلمکاروں کے مضامین بھی برابر شائع ہوتے تھے چنانچہ محولا بالا عبارت بھی جناب موصوف کی نہیں بلکہ یہ مجلّہ کے مدیر اعلیٰ ہادی دفتر کے کلمۃ التحریر (اداریہ) کی ہے۔ جو رسالہ کے ص ۲۱۱ سے ص ۲۱۶ تک پھیلا ہوا ہے اور جناب امیر علیہ السلام کے فضائل و مناقب سے چھلک رہا ہے جس کا عنوان ہے:۔

"شھادۃ افضل خلق اللہ بعد رسول اللہ فی افضل الازمنۃ و اقدس الامکنۃ" (ماہ رمضان کے شمارے کی مناسبت سے اس میں جناب امیرؑ کی شہادت بیان کی گئی ہے) اور دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ اعتراض "کلمۃ حق یراد بھا الباطل" کا مصداق ہے۔

اس عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے جو معترض نے سمجھا ہے بلکہ مضمون نگار یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام صرف شیعوں کے پیشوا یا فقط سنیوں کے رہنما نہیں ہیں بلکہ وہ تمام امت مسلمہ (بلکہ تمام عالم انسانیت) کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ کیونکہ وہ ولی ہیں تو رب العالمین کے، وصی ہیں تو رحمۃ للعالمین کے۔

اس لئے وہ خود بھی ہدیً للعالمین ہیں۔ اس مفہوم کی صحت کا زندہ ثبوت مضمون کی وہ عبارت ہے جو بلا فاصلہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد موجود ہے۔ "فیحق للمسلمین جمیعًا ان یسنیروا بمصباحہ ویستحبحوا باحباحہ"

لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ آنجنابؑ کے چراغ رشد و ہدایت سے روشنی حاصل کریں۔ اس وضاحت کی روشنی میں اربابِ عقل و انصاف بتائیں کہ یہ جناب امیرؑ کی فضیلت ہے یا رذیلت؟ مگر اس کا کیا علاج کہ:

"ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است"

سوال: خالصی نے ۱۳ رجب ۱۳۷۰ھ میں ایک سکول میں تقریر کرتے ہوئے کہا "الا لعنۃ اللہ علی الشیعہ الالعنۃ اللہ علی السنۃ انا لا شیعی ولا سنی" یعنی آگاہ رہو شیعوں پر بھی اللہ کی لعنت اور سنیوں پر بھی اللہ کی لعنت میں نہ شیعہ ہوں اور نہ سنی (الشہادہ الثالثہ جاسم کلکاری) جب وہ اسلام کے دونوں فرقوں کو ملعون قرار دے رہے ہیں تو وہ خود کیا ہیں۔ (خالصیت نامہ ص ۱۸)

جواب: ڈوگر صاحب!

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی

اور اک ضرب المثل ہے کہ:۔

ع کلام العدیٰ ضربُ من الھذیان

یہی وجہ ہے کہ معترض کو بھی حوالہ کے لیے جاسم کلکاری جیسے دشمن خالصی کے رسالہ کا سہارا لینا پڑا ہے جو بیت العنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے (و انّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت) میں اس کلام کو آقائ خالصی مرحوم کو کلام تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر ان جدید محققین میں جرأت و ہمت ہے تو مرحوم کی کسی اپنی کتاب و تحریر سے ثابت کریں اور اگر صبح قیامت کے طلوع

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہونے تک ایسا نہیں کر سکتے تو ایک بے لوث مظلوم عالم دین پر الزام تراشی کر کے اپنی عاقبت تباہ نہ کریں ۔وما علینا الا البلاغ

سوال: خالصی نے کھل کر نجدی سلفی وہابیوں کی وکالت کی ہے اور ان کو صحیح العقیدہ مومن کہا ہے ۔ چنانچہ اسی رسالہ مدنیۃ العلم ص ۴۳۹ میں خالصی کا شاگرد رئیس التحریر محمد ہادی دفتر لکھتا ہے کہ "ان رأئیا فی سلفیین حسن جدّا" یعنی ہماری رائے سلفیون کے بارے میں بہت اچھی ہے ۔سلفیوں کا ائمہ بقیع کے مزارات کو منہدم کرانا ہمارے نزدیک ان کی خطاء اجتہادی ہے جو سنت کے خلاف ہے(خالصیت نامہ ص ۱۹)

جواب: بموجب "دروغ گورا حافظہ نباشد" اسے دروغ گو کے حافظہ کی کمزوری قرار دیا جائے یا باطل نواز کی علمی تہی دستی کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کا بھی احساس وخیال نہیں ۔وہ ثابت تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ آقائے خالصی مرحوم کے عقائد و نظریات شیعی معتقدات و مسلمات کے خلاف ہیں اور وہابیوں کے موافق (جو کہ کبھی ثابت نہیں کر سکتے) مگر اس کا ثبوت ان کی تحریروں سے دینے کے بجائے ان کے کسی شاگرد دفتر صاحب کی تحریر سے دیتے ہیں ۔ان کی بے مائگی اور بے چارگی کس قدر قابل رحم ہے ۔حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ "لاتزروازرۃ وزر اخریٰ" کہ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اُٹھائے گا ۔

بہر حال ان بھول بھلیوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔اگر ہمت ہے تو خالصی مرحوم کی کسی اپنی تحریر سے ثابت کریں کہ انہوں نے نجدیوں کو اصطلاحی معنوں میں مومن اور ان کے انہدام قبور ائمہ کو درست قرار دیا ہو ۔اگر ہادی صاحب نے آقائے خالصی کا حوالہ دیا ہے تو ایک شخص کی خبر پر اعتبار کر کے کسی نظریہ کی دیوار استوار نہیں کی جاسکتی ۔اگر سرکار آقائے خالصی نجدیوں کو مومن سمجھتے، ان کی وکالت

کرتے اور مزاراتِ مقدسہ کے انہدام کو صحیح جانتے تو اپنی دوسری کتابوں (جیسے احیاء الشریعہ ص ۸۶ تا ۸۹) کے علاوہ اسی رسالہ مدنیۃ العلم میں جابجا ان کے باطل نظریات پر سخت تنقید نہ کرتے ۔حالانکہ ان کا یہ رسالہ تنقیدوں سے چھلک رہا ہے بطور نمونہ اس کے درج ذیل صفحات دیکھے جا سکتے ہیں ص ۱۱۴ سے لے کر ص ۱۱۷ تک بذیل عنوان "رد شبهة الوهابين" (ساری بحث قابل دید ہے شاید کبھی لمحات فرصت میں ہم اس کا ترجمہ فائدہ وعبرت کے لئے ہدیہ ناظرین کر سکیں ۔ واللہ الموفق) ص ۱۲۰ بذیل عنوان "الامر لله وحده"، ص ۳۱۸ بذیل عنوان "رفع شبهة الاستغاثه بغیر اللہ" اور ص ۳۲۸، ۳۲۹ بذیل عنوان "السجود لادم و ردّ متاخری السلفین" (مجلہ مدنیۃ العلم) الی غیر ذلك من المقامات المتفرقة جملہ معترضہ آقائے خالصی مرحوم جن کو مرکز شیخیت (کویت) کے زرخرید ایجنٹ وہابی وہابی کہتے ہیں اور ضال و مضل شیخ احسائی کی معرفت و محبت اہل بیتؑ اور وہابیت کی مخالفت کے گن گاتے ہوئے نہیں تھکتے ۔

آیا وہ وظیفہ خوار مل کر اور اجتماعی کوشش وکاوش سے احسائی کی تمام چھوٹی بڑی تالیفات سے کوئی ایک رسالہ تو بجائے خود کسی کتاب کا ایک صفحہ بھی پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے وہابی نظریات کی کھل کر اس طرح رد کی ہو جس طرح آقائے خالصی مرحوم نے کی ہے؟

ان فی هذا العبرة لقوم یعقلون هل فیکم رجل رشید؟

علاوہ بریں جناب ہادی دفتر نے بھی وحدت اسلامی کے جوش وجذبہ کے تحت جہاں سعودی عرب کی تعریف میں چند جملے لکھے ہیں وہاں فوراً مزاراتِ مقدسہ کے انہدام پر اس کی مذمت بھی کی ہے اور تنقید بھی ۔ چنانچہ محولا بالا عبارت کے اندر لکھتے ہیں:

Presented By: https://jafrilibrary.com

على انه لا يفي ذلك اننا نوافق على كل ما يجرى فى الحجاز
فاننا ننتقد كل الانتقاد على هدم قبور ائمه البقيع و
شهداء احد و نعتيره اجتهاداً خاطئاً مخالفاً للسنة۔

یعنی اس تعریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حجاز میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اس کے موافق ہیں (نہیں ایسا نہیں ہے) ہم ائمہ بقیع اور شہداء احد کے مزارات مقدسہ کے گرانے پر سخت تنقید کرتے ہیں اور ان کے اس اقدام کو خلاف سنت غلط اجتہاد جانتے ہیں۔

خالصیت نامہ کے مؤلف نے یہاں خیانت مجرمانہ کرتے ہوئے اپنی پیش کردہ عبارت میں سے درمیانی جملے حذف کر دیئے ہیں اور قطع و برید کر کے اپنی مطلب برآری کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا ہے۔

سوال: اس رسالہ کے ص ۴۵ پر لکھا ہے:۔

لا یخفی ان عثمان رضی اللہ عنہ سمی ذوالنورین لتزوّجہ بابنتی
رسول اللہ و جمعہ القرآن وھو خلیفۃ بنص الشوری

یعنی مخفی نہ رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لئے ذوالنورین کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت رسولِ خدا کے دو بیٹیوں سے شادی کی اور قرآن کو جمع کیا اور وہ بنص شوریٰ خلیفہ تھے۔

یہ واضح الفاظ ہیں کہ خالصی نے عثمان کی تعریف کی ہے اور اسے دامادِ رسولؐ تسلیم کیا ہے اس بارے میں آپ کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب: صفدر صاحب! سچ یہ ہے کہ کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت اور حد سے زیادہ عداوت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ اور اس کا تازہ اور زندہ ثبوت مؤلف رسالہ کی یہ کارستانی ہے جس میں انہوں نے خوف خدا، خوف حشر و نشر اور

خوف ذِلت و رسوائی سے بالاتر ہو کر اور دیانت و امانت اور شرم و حیا کے جملہ تقاضوں کے نظر انداز کر کے ہر ہونی انہونی بات آقائی خالصی مرحوم کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ میرے خیال میں اگر وہ دھوکہ دھی و ابلہہ فریبی اور بد دیانتی کی اس نچلی سطح تک اپنے آپ کو نہ گرائیں تو بھی مرکز شیخیت (کویت) کا حق نمک ادا ہو جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ قبل ازیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ رسالہ "مدینۃ العلم" کے شمارہ نمبر ۲ کے ص ۱۴۱ پر ایک ناصبی محمود ملاح اور ایک حنفی قادری سنی عالم خلیفہ شیخ محمد سعید، بیتواتی کا باہمی تحریری مناظرہ درج ہے جس کا عنوان ہے "مناظرۃ علمیہ دینیۃ" جو پورے آٹھ صفحات تک پھیلا ہوا ہے یعنی ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۸ جو "الملاح" اور "الخلیفۃ محمد" کے نام سے سوال و جواب کی شکل میں موجود ہے جو ۳ شعبان ۱۳۷۱ھ میں بمقام بغداد ہوا تھا۔

تو خالصیت نامہ کے مؤلف نے جو عبارت آقائی خالصی کی طرف منسوب کر کے ان پر تنقید کی ہے وہ دراصل الخلیفہ محمد کی ہے جو ان کے نام کے ساتھ رسالہ کے ص ۱۴۵ پر مذکور ہے اور اس سارے واقعہ کی تفصیل مناظرہ کی ابتدائی کاروائی میں ص ۱۴۱ پر بالتفصیل مذکور ہے۔

سابقی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ان ہی کے پاس رسالہ مدینۃ العلم کی فائل موجود ہے اور کسی کے پاس نہیں ہے؟ اور اگر ان کو خدا اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا کوئی خوف نہیں تو کیا خلق خدا کے سامنے اپنی ذلت و رسوائی کا کوئی احساس نہیں ہے کہ ان کے دجل و فریب اور دھوکہ دہی کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد لوگ ان کے دین و دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔

کسی شخصیت یا کسی نظریہ کے بارے میں بحث و مباحثہ میں کوئی حرج نہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

بشرطیکہ شرافت و دیانت کی حدود کے اندر ہو۔ اور جب آدمی ان حدود و قیود سے باہر ہو جائے تو وہ مکابرہ بن جاتا ہے۔

بہرنوع سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا سابقی صاحب انہی معلومات اور انہی تحقیقات پر اتراتے ہوئے خالصیت نامہ کے ص ۱۵ پر لکھتے ہیں "اردو زبان عوام تو بجائے خود خواص کو بھی بلکہ جناب ڈھکو کو بھی خالصی کے اوپر اس قدر عبور نہیں ہے جو مجھے حاصل ہے۔

ے اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

سوال: اس رسالے کے حوالے سے ایک سوال ہے کہ خالصی نے عمر کو رسولؐ کا خسر اور علیؑ کا داماد قرار دے کر ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے اس کا کہنا ہے:

اما الشیعة و من المعلوم ان عمر ختن النبی و صهر الوصی.....الخ۔

یعنی شیعوں کو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت عمر رسولؐ اللہ کے خسر اور علیؑ کے داماد تھے (مدینۃ العلم ص ۵۳۲) اور پھر بغض عمر شیخیوں کی علامت ٹھہرایا ہے، اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس ایراد میں بھی اسی بد دیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس کا مظاہرہ اس سے پہلے ایرادات میں کیا گیا ہے یعنی یہ عبارت آقائی خالصی مرحوم کی نہیں بلکہ ہادی دفتر کی ہے جو ان کے ایک طویل مضمون سے لی گئی ہے جو مدینۃ العلم کے ص ۴۹۹ سے لے کر ص ۵۳۳ تک پھیلا ہوا ہے جس کا عنوان ہے "جدول شہر ذی الحجہ" جس میں ذی الحجہ کے شمارہ کی مناسبت سے اس مہینہ میں رونما ہونے والے تمام تاریخی واقعات از قسم حضرت علیؑ کا اعلان ولی عہدی (عید غدیر) عید

مباہلہ وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر اسلامی برادری کے دوسرے خلیفہ کی وفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ (جو اسی مہینہ میں واقع ہوئی تھی)

اس سلسلہ کے مشہور دشمن اہل بیتؑ محب الدین الخطیب کے اس الزام کہ "شیعہ عمر کی موت پر جشن مناتے ہیں اس لئے وہ بعض صحابہ کی بنا پر خارج از اسلام ہیں" کا جواب دیتے ہوئے ہادی دفتر نے لکھا کہ شیعہ شریف ہیں وہ کسی بھی دشمن کی موت پر خوشی نہیں مناتے تو نبیؐ کے خسر اور علیؑ کے داماد کی موت پر کس طرح جشن منا سکتے ہیں؟

جہاں تک حضرت عمر کے خسر نبی ہونے کا تعلق ہے وہ بے شک صحیح ہے، ہاں البتہ ان کا داماد علیؑ ہونا میرے نزدیک بالکل بے بنیاد اور محض افسانہ ہے (تفصیل کے لئے تجلیات صداقت کا مطالعہ کیا جائے) ہم جناب ہادی دفتر کے مضمون کے اس جز سے اتفاق نہیں کرتے۔

سوال: خالصی نے عصمت معصومینؑ کا انکار کیا ہے انہوں نے کہیں امامؑ کی عصمت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ سوال بھی میں نے خالصیت نامہ ص ۲۲ کے حوالہ سے کیا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کیا جواب دیں گے؟

جواب: سبحان اللہ ہذا بہتان عظیم۔ ایک نہیں بیسیوں مقامات پر آقائی خالصی نے ائمہ اہل بیتؑ کی عصمت کا تذکرہ کیا ہے۔ زیادہ دور نہ جائیں خود خالصیت نامہ کے مرتّب نے اپنے اس رسالہ کے ساتھ خالصی مرحوم کے عربی وصیت نامہ کا فارسی ترجمہ مع اردو ترجمہ کے درج کیا ہے۔ اس کے ص ۴۱ پر حمد باری ہے بعد لکھتے ہیں "اور اللہ کی رحمت ہو سرور کونینؐ اور اس کی طیّب و طاہر آلؑ پر جو اللہ کے منتخب کردہ اور نیک و شرفا کے ہادی برحق ہیں"۔

فرمائیے اصطلاحِ شریعت میں طیّب و طاہر کسے کہتے ہیں؟ کیا معصوم کو ہی

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

طیّب وطاہر نہیں کہا جاتا؟ اگر واضح الفاظ ہی لفظ عصمت وطہارت چاہیں تو ان کی کتاب احیاء الشریعہ میں کئی مقامات پر موجود ہے مثلاً ص ۸۷ پر انبیاء وائمہؑ کے قبور مقدسہ کی زیارت کے نہ صرف جواز بلکہ استحباب کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ۔

قد مدوت الاحادیث عن اھل بیعت العصمة متواترة
باستحباب زیارة النبی و بقیة المعصومین و تعظیم
قبورھم

اس طرح ص ۵۸، ۵۹ پر یہ لکھا ہے کہ امام کو سہو نسیا نہیں ہوتا۔ تو جسے سہو و نسیان نہ ہو وہ معصوم کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ ان حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ آقائی خالصی مرحوم ائمہ کو معصوم نہیں جانتے یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے اور ظلم عظیم ہے۔ جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ آقائی خالصی مرحوم مظلوم شیعہ مجتہد ہیں۔

سوال: عبدالمنعم کاظمی نے اپنی کتاب "من کنت مولاہ ...." میں لکھا ہے کہ خالصی نے امام جعفر صادق کو ایک تقریر میں مجتہد قرار دیا۔ اور اس تقریر میں بہت سے علماء و زعماء موجود تھے اور اُس کتاب میں آیت اللہ خوئی کی تقریظ موجود ہے اور رسالہ مدینۃ العلم کے مدیر ہادی دفتر کی بھی تقریظ موجود ہے اب اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

جواب: اس انٹرویو میں پہلے اس اعتراض کا اور جناب ابوالفضل عباس اور خالد بن ولید کے ایمان کے برابر ہونے (العیاذ باللہ) والے ایراد کا جواب دیا جا چکا ہے کہ عبدالمنعم کاظمی باقرار خود شیخی ہے اور کسی حمادی بغدادی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بار بار ہم اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ مخالفین میں اگر جرأت و ہمت ہے تو آقائی خالصی مرحوم کی اپنی تحریر سے اس قسم کی کوئی

بات ثابت کریں اور منہ مانگا انعام حاصل کریں۔
ورنہ ان بے بنیاد باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مگر یہ دین و دیانت کے دکاندار اور شرم وحیا کے مخالف پوری بے حیائی اور مکمل ڈھٹائی سے انہی شیخیوں اور زرخرید قلمکاروں کی تحریروں کا سہارا لیتے ہیں کہ فلاں بغدادی نے یہ لکھا ہے اور فلاں حمادی نے یہ کہا ہے، فلاں کلمکاری نے گلکاری کی ہے اور فلاں نے یہ۔

سرکار آقائی خوئی مدظلہ نے اس کتاب (جس کی ۱۳، ۱۴ جلدیں ہیں) کسی جگہ پر اگر چند سطریں پڑھ کر چند تعریفی جملے لکھ دیئے ہیں تو اس سے اس کتاب کے تمام مندرجات کی توثیق تو نہیں ہوسکتی؟ اگر بقول عبدالمنعم کاظمی اس بزم میں بہت سے علماء وزعماء اور خطباء موجود تھے جن کے نام بھی لئے گئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا بُرا بھی منایا تھا تو پھر انہوں نے بذریعہ تقریر اس بات کا اظہار کیوں نہ کیا؟ ان کو کیوں سانپ سونگھ گیا؟ اور صرف کاظمی صاحب کے پیٹ میں ہی کیوں مروڑ پیدا ہوا؟

سوال: حوالہ پھر خالصیت نامہ ہی کا ہے۔ کیا خالصی کے مدرسہ میں امریکی دانشوروں کی آمدورفت رہتی تھی؟ وہ ان کے دعوت پر گئے۔ اس آمدورفت کا مقصد آپ کے نزدیک کیا تھا؟ کیا امریکیوں کے ساتھ پس پردہ کوئی ساز باز تو نہ تھی؟

جواب: امریکی دانشور صرف خالصی کے مدینۃ العلم کا طواف ہی نہیں کرتے بلکہ جامع الازہر (مصر) اور شیعیان جہان کے علمی مرکز نجف اشرف کا بھی طواف کرتے ہوئے نظر آتے تھے اور آتے ہیں کیونکہ

ے ہر جا کہ بود چشمۂ شیریں
مردم و مور و ملخ ہمہ گرد آیند

Presented By: https://jafrilibrary.com

خالصی مرحوم کا یہ سیاسی نظریہ تھا کہ باوجود کہ یہود و نصاریٰ میں بعد المشرقین ہے مگر اسرائیل کے یہودی امریکہ کے عیسائی حکمرانوں کو مسخر کر کے عالم اسلام کے لئے ناسور بن سکتے ہیں تو پھر مسلمان حکمت عملی سے اس کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے یہودیوں کے طلسم کو کیوں نہیں توڑ سکتے ۔ مرحوم کا سیاسی مؤقف غلط ہوسکتا ہے اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر اس سے ان کو امریکیوں کا ایجنٹ کس منطق کے تحت قرار دیا جاسکتا ہے؟

ع   اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

یہ مطلب ان کے اس کلام سے واضح ہے جو ان کے رسالہ مدینۃ العلم کے اندر مذکور ہے ۔ جس کا عکس خالصیت نامہ کے ص ۵۲ پر ہے اور کانفرنس، جو مسلمانوں کے اشتراک عمل سے کمیونسٹوں کے خلاف بلائی گئی تا کہ ان کو مخالفین کے اجتماع میں حقائق اسلام اُجاگر کرنے کا موقع مل جائے ۔

سوال: رسالہ خالصیت نامہ کے ص ۳۹ کے حوالے سے سوال ہے کہ اس سمینار میں علماء شیعہ میں سے صرف خالصی ہی کو کیوں مدعو کیا گیا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ کذب صریح ہے کم از کم دو مزید شیعہ علماء و دانشوروں کا تذکرہ تو اسی مجلہ مدینۃ العلم کے اندر موجود ہے ایک علامہ شیخ علی کاشف الغطا (جن کی تصویر ص ۲۸۴ پر آقائ خالصی کے ساتھ موجود ہے) اور تقریر ص ۴۲۱ پر مذکور ہے اور اس میں انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ نجف اشرف کے علماء اعلام سے مشورہ کر کے اور ان کی اجازت سے اس سمینار میں شریک ہوئے ہیں ۔ اور دوسرے ڈاکٹر رضا زادہ شفق استادِ فلسفہ (طہران یونیورسٹی) جن کا تذکرہ ص ۲۵۹ پر موجود ہے ۔

وانما یفتری الکذب الذین لایؤمنون

سوال: اسی خالصیت نامہ کے ص ۱۳ پر ایک اعتراض ہے جو میرے اپنے ذہن میں بھی ایک سوال کی حیثیت رکھتا ہے کہ اگر خالسی کی کتب میں شیعہ مسلمہ عقائد کے خلاف کوئی بات نہیں تو آپ اس کی کسی کتاب کا اردو میں ترجمہ کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب: اس نیک کام کے انجام دینے سے صرف دو چیزیں مانع ہیں اور کوئی نہیں ۔ ایک اپنی عدیم الفرصتی اور دوسری اپنی بے مائیگی ۔ میری کئی کتابیں محض اشاعت کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں ۔ یہ اعتراض کرنے والے سچے ہیں وہ تو شیخیت کی تائید میں چند ورقے لکھ کا چھاپ دیں تو ان کو لاکھوں روپے مل جاتے ہیں اور ہم جب اس مظلوم کی تائید میں قلم کو جنبش دیں تو صرف گالیاں ملتی ہیں ۔

بہر حال اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو کسی وقت اس خواہش کی تکمیل ہوجائے گی، انشاءاللہ تعالیٰ

سوال: اسی رسالہ کے ص ۳۷ پر لکھا ہے کہ خالصی کے نزدیک عزاداری حرام ہے ۔ آپ کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب: اس مرحوم پر سراسر تہمت ہے ۔ مرحوم دوسرے علماء شیعہ کی طرح صحیح عزاداری کو دین حق کی نشر و اشاعت اور اس کی بقا کا موجب سمجھتے تھے ۔

زیادہ دور نہ جایئے، اسی مجلہ مدینۃ العلم کے ص ۸۸ پر آقائ خالصی مرحوم کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ درج ہے جس کا سرنامہ یہ ہے: ۔

و یدعو الی تعظیم الشعائر الاسلامیة و شیة و بزکرها و بحث العزیٰ و مجالس التابین لائمة الهدیٰ من اهل بیت النبوة و زیارة مراقدهم المقدسة اذ فی ذالك تشید لدین

Presented By: https://jafrilibrary.com

الاسلامی و احیا مآثر العزاء و دحض الادینیة و اماتته معنویتھم

آپ نے اس خطبہ میں اسلامی شعار کی تعظیم وتکریم کا تذکرہ کیا اور مجالس عزا قائم کرنے کی رغبت دلائی اور ان کے مشاہد مقدسہ کی زیارت کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ کیونکہ ان باتوں سے دین اسلام کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور اس کے آثار کو زندگی ملتی ہے اور لادینوں کے باطل خیالات کا ابطال ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں آگے چل کر فرمایا:

وَمَا تلك المجالس الامحافل دینیة کبری و مدارس سیارة لتعلیم المسلیمین الثبات علی العقیدة والتضحیة فی سبیل الدین و تعمل علی نشر الاصلاح والارشاد و بث احکام الشریعة و الی غیر ذالك من احیاء ماثر الاسلام۔

ان اھم اثر کان ولا یزال عاملاً علی تشیید الدین من ذکر السبط الشھید الحسین حیث المتفقه المجالس التابنیة فی ذا کثر انحا المعمورة فی ایران

دین اسلام کے استحکام کا سب سے بڑا سبب نواسہ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کا ذکر ہے۔ چنانچہ ربع مسکون کے اکثر حصوں میں مجالس عزا منعقد ہوتی ہیں۔ یہ مجالس کیا ہیں؟ یہ دینی محافل ہیں اور چلتے پھرتے دینی مدرسے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ دین پر ثابت قدم رہنے اور دین کے لیے قربانی پیش کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور یہ مجالس اصلاح وہدایات شرعی احکام کی نشرواشاعت میں مددگار ہوتی ہیں اور دوسرے کئی اسلامی شعائر کے زندہ کرنے

کا باعث ہیں۔ (مدنیۃ العلم ص ۸۸)

کیا جو شخص مجالس عزا کی اس قدر تعریف وتوصیف کرے اور ان کے اس قدر فوائد وعوائد بیان کرے اسے عزاداری کا دشمن قرار دینا صریح ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

لعنۃ اللہ علی الظالمین، ہاں وہ اُن پیشہ ور تاجرانِ خون حسینؑ کے خلاف تھے جو قوم کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں فضائل ومصائب میں غلط روایات پڑھ کر ان کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ (مجلہ مدنیۃ العلم ص ۹۲)

اس لیے شیخیوں کے علاوہ عراق کے تاجران خون حسینؑ بھی مرحوم کے جانی دشمن بن گئے تھے کیونکہ آقائی خالصی مرحوم کی تقریر وتحریر سے ان کی مارکیٹ متاثر ہوتی تھی اور ان لوگوں کو ہر چیز پر اپنا ذاتی ودنیوی مفاد مقدّم ہے۔ اور یہی حال یہاں کے شیخیوں اور تاجران خونِ حسینؑ کا ہے۔ جو اہل علم شرعی ذمہ داری اور وظیفہ دینی سمجھ کر ان کی غلط روش ورفتار پر ان کو ٹوک دے وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کے متعلق ہر ہونی اور انہونی بات کہہ گزرتے ہیں مگر اس کے باوجود علماء کرام اپنا شرعی فریضہ ادا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے انشاء اللہ۔

سوال: رسالہ خالصیت نامہ کے حوالہ ہی سے ایک اور سوال ہے کہ ص ۴۸ سے ص ۵۰ تک پاکستان کے بہت سے علماء کے نام درج ہیں جنھوں نے خالصی کو مذہب شیعہ سے خارج قرار دیا ہے جن میں آپ کا نام بھی درج ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ڈوگر صاحب! مرتب رسالہ کی اس کارستانی سے معلم الملکوت کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔ حاشا وکلا، ان علماء کرام میں سے کسی نے آقائی خالصی

Presented By: https://jafrilibrary.com

مرحوم کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ بات دراصل صرف اس قدر ہے کہ سندھ کے کسی صاحب نے حقیقی یا فرضی نام سے ان علماء کرام سے استفسار کیا تھا کہ اگر کوئی شخص حجاز کی موجودہ وہابی حکومت کو مومن سمجھے اور شیخین کو ایسا مومن کامل سمجھے کہ ان کے ایمان میں شک کرنے والے کو کافر قرار دے تو کیا ایسا شخص شیعہ ہو سکتا ہے؟ تو جواب میں سب نے لکھا (اور میں نے بھی لکھا) کہ نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا شیعہ کہلانے کا روادار نہیں ہے۔ نہ سوال میں کسی شخص کا نام تھا نہ جواب میں۔ مگر مرتب رسالہ نے جھٹ اپنے زعم باطل کی بنا پر اسے آقائی خالصی پر منطبق کر دیا۔ مگر ہم اوراق سابقہ میں ان غلط نسبتوں اور تہمتوں کا ابطال کر چکے ہیں۔ تو بعد ازاں اس چالاکی کا خود بخود پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

سوال: میرے خیال میں ضروری اعتراضات جو میں اپنے ذہن کے مطابق اس رسالے سے بنا سکا تھا وہ میں نے کر دیئے ہیں اگر مزید ضرورت ہوئی تو کیا آپ اسی طرح وقت دیں گے؟

جواب: شکریہ میں خود آپ کا سپاس گزار ہوں کہ آپ نے مجھے حقائق کے اظہار کا موقع دیا۔

سوال: کیا آپ قرآن پاک مہیا کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! وہ سامنے رکھا ہوا ہے۔

سوال: آپ ایک عالم دین ہیں یہ قرآن پاک ہے کیا آپ اس پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی ملکی یا ملکی ادارے، پارٹی یا شخص کے ایجنٹ نہیں اور کسی سے بطور امداد کچھ وصول نہیں کرتے؟

جواب: اس وقت جب کہ میں یہ انٹرویو ٹیپ کر رہا ہوں میں حلفیہ بیان دیتا

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوں کہ میں نے آج تک کہیں سے کوئی ملکی یا غیر ملکی امداد نہیں لی، اوروں کا کیا ذکر حتی کہ ایران سے جو کہ ہمارا شیعہ ملک ہے۔ لہٰذا کسی کی ایجنٹی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ع   کہتا ہوں وہی بات جسے سمجھتا ہوں حق

والحمد للہ رب العالمین

احقر محمد حسین نجفی عفی عنہ بقلمہٖ سرگودہا

Presented By: https://jafrilibrary.com

جنابِ سید عارف حسین شاہ کے

تین سَو سوالات کے جوابات

تمہیدی کلمات

افتخار سید و سادات جناب سید عارف حسین شاہ صاحب ایم اے آف وانڈا نادر شاہ تحصیل پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) اہلِ ایمان کی جانی پہچانی ہوئی مشہور علمی شخصیت ہیں، کثیر المطالعہ آدمی ہیں اور تحقیق پسند واقع ہوئے ہیں ۔ موصوف نے ۲۰۰۴ء میں تین سَو (۳۰۰) سوالات پر مشتمل ایک ذخیرہ بھیجا، جو کاغذات میں ہیں ادھر اُدھر ہو گیا ۔ اس لیے جوابات سپردِ قلم و قرطاس نہ کیے جا سکے ۔ مگر مقامِ شکر ہے کہ ان سوالات کا اصل مسودہ انجمن اتحاد بین المومنین کے سیکرٹری گوہر عباس صاحب کے ہاں موجود تھا، انھوں نے ان کی فوٹو کاپی کرا کر بھیجی، اور تقاضا کیا کہ بہت دیر ہو چکی ہے، لہٰذا اب جلد اس سلسلہ کا آغاز کیا جائے ۔ لہٰذا اب جنوری ۲۰۰۸ء سے اس سلسلے کا آغاز کیا جارہا ہے ۔ اگرچہ شاہ صاحب موصوف کا اصرار ہے کہ ان سوالات کے مفصل اور مدلل جوابات دیے جائیں مگر ایسا کیا جائے تو: ۔

ع "سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے"

تین سَو سوالات ہیں جن میں اصولی، فروعی، تاریخی، تمدنی، دینی اور دنیوی ہر قسم کے سوالات موجود ہیں ۔

لہٰذا اگر ان کے تفصیلی جوابات دیے جائیں تو کم از کم ایک ہزار صفحہ کی کتاب بن جائے گی ۔ لہٰذا کوشش کی جائے گی کہ اختصار و تفصیل کا درمیانہ راستہ تلاش کیا جائے، نہ اختصار مخل ہو اور نہ اکثار مُمِل ہو ۔ اب جنوری ۲۰۰۸ء

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

سے آغاز کر رہے ہیں ۔ اور ہر ماہ "دقائق اسلام" میں یہ سلسلہ جاری رہے گا ۔ ان شاء اللہ ہر ماہ چند سوالات کے جوابات پیش کیے جائیں گے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قارئین کرام سے توفیق خیر اور اس میں اضافہ کی استدعا کی جاتی ہے ۔

(احقر محمد حسین عفی عنہ بقلمہٖ سرگودھا)

چونکہ سوال نمبر ا سے سوال نمبر ۸ تک ایک فقہی مسئلہ حق مہر کے محور کے اردگرد گھومتے ہیں، لہٰذا اس شمارہ میں انہی آٹھ سوالات کے جوابات پر اکتفا کی جاتی ہے ۔

سوال: (۱): کیا مہر کا تعین کرنا عقد کے شرائط میں داخل ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: مہر مقرر کرنا اور اس کا معین کرنا واجب ضرور ہے مگر شرائط عقد میں سے نہیں ہے کہ جس کے بغیر عقد باطل ہو جاتا ہو ۔

سوال: (۲): کیا مہر کے تعین کیے بغیر عقد ہو سکتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں اگر اس کا تعین نہ بھی کیا جائے تو عقد نکاح ہو جاتا ہے، البتہ اس صورت میں مہر المثل واجب ہوگا ۔ یعنی عورت کے خاندان کی عورتیں جو حسن و جمال اور فضل و کمال اور باکرہ یا ثیبہ ہونے میں اس جیسی ہیں جو حق مہر ان کا ہوگا وہی اس کا سمجھا جائے گا ۔

سوال: (۳): کیا مہر کے تعین کے بغیر عقد کے بعد زفاف ہو سکتا ہے، یعنی جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں اگر عورت راضی ہو تو زفاف جائز ہے ۔

سوال: (۴): کیا حق مہر کے تعین کے بعد حق مہر کا ادا کرنا فوری طور پر لازم ہے یا تاحیات روکا جا سکتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: حق مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے، اور جس قدر جلد ممکن ہو اسے زوجہ کے حوالے کرے تاکہ حق الناس سے سبکدوش ہو جائے ۔ بلکہ بنا بر مشہور بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ ازدواج کے بعد شوہر کو اس وقت تک نزدیک نہ آنے دے جب تک وہ مہر ادا نہ کرے، بشرطیکہ شوہر ادائیگی کی اِستطاعت رکھتا ہو ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۵): مہر کے تعین کے بغیر یا مہر کی تعین شدہ رقم کے ادا کیے بغیر یا تعین وعہد ادائیگی کے باوجود تا حیات نہ ادا ہوسکنے پر وفات ہوجانے پر کیا حکم ہوگا، مرد زندہ ہو اور عورت وفات پا جائے یا الٹ؟

جواب: باسمہ سبحانہ: پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ زرمہر کی جلد ادائیگی واجب ہے اور اگر شوہر ادائیگی میں سہل انگیزی کرے یہاں تک کہ عورت فوت ہوجائے تو شوہر پر واجب ہے کہ عورت کے وارثوں کو زرمہر ادا کرے اور اگر شوہر پہلے مرجائے تو وراثت کی تقسیم سے پہلے اصل ترکہ سے زرمہر ادا کی جائے گی۔

سوال: (۶): مہر کے تعین کے باوجود عوام الناس میں اس کی ادائیگی کا رواج نہیں ہے، اور نہ ہی اسے محسوس کیا جاتا ہے، تو کیا حکم ہوگا؟ جبکہ فوتگی بھی ہوجائے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سابقہ سوال کے جواب سے واضح ہے، اس سستی کا ایک سبب تو عوام کی دین اور اس کے احکام سے لاپرواہی ہے اور دوسرا سبب عورتوں کی جہالت ہے۔ اور اپنے حقوق طلب کرنے میں سہل انگیزی۔ اگر وہ اپنے حقوق طلب کرنے میں بیدار مغزی کا ثبوت دیں تو مرد اُن کے حقوق غصب کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔

سوال: (۷): کیا حق مہر واجب ہے اور مہر کی ادائیگی واجب ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میرے خیال میں سابقہ سوال و جواب کے بعد اس سوال کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ حق مہر واجب ہے، اور عورت سے تمتع حاصل کرنے یا مرد کی کثرت ازدواج یا طلاق کی وجہ سے پیش آنے والے نقصانات اور زحمات کا معاوضہ ہے، اور اس کی ادائیگی بہرحال شوہر پر واجب ہے۔

سوال: (۸): کیا حق مہر میں کرنسی، زمین زرعی، پلاٹ، مکان، سونا، چاندی کار میں سے کوئی شے متعین ہوسکتی ہے؟ یا کوئی مسنون و مستحبی طریقہ ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: حق مہر کے سلسلے میں ہر وہ چیز مقرر کی جاسکتی ہے جس کا ایک مسلمان بحیثیت مسلمان مالک ہوسکتا ہو، وہ عین ہو یا دین زمین ہو یا حیوان یا ان چیزوں میں سے کوئی چیز، جن کا تذکرہ سوال میں کیا گیا ہے، تاکہ عورت کے حقوق کا تحفظ ہوجائے اور اس کی قلت و کثرت کا دارومدار طرفین کی رضامندی پر ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ مہر السنۃ ہو، جو کہ پانچ سو درہم، جو رسولِ خداؐ نے اپنی ازواج کا اور خاتونِ قیامتؑ کا مقرر کیا تھا، جسے مہر السنۃ اور السنۃ المحمدیہ کہا گیا ہے۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جنوری ۲۰۰۸ء)

سوال: (۹): علم "جفر" کی حقیقت کیا ہے؟ اسکا کوئی عالم پاکستان میں موجود ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: علم رمل ہو جس کا زیادہ تر دارومدار اعداد حروف پر ہے یا علم نجوم جس کا زیادہ تر تعلق ستاروں کی گردش سے ہے، دونوں برحق علم ہیں۔ مگر ان کے جاننے والے کبریتِ احمر سے بھی کم اور میرے معلومات کے مطابق پاکستان بھر میں ان علوم کا کوئی ماہر موجود نہیں ہے اور ناقص معلومات کا حامل آدمی فائدہ سے زیادہ لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے معصومین علیہم السلام نے ایسے لوگوں کے قول و فعل پر اعتبار نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت سید ابن طاؤس نے فرج المہموم فی تراجم علماء علم النجوم کے نام سے ایک پوری کتاب لکھی ہے جس میں اس مضمون کی متعدد احادیث درج کی ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ علم برحق ہے۔ "نحن نعلمہ او بیت فی الھند"

Presented By: https://jafrilibrary.com

۔ہم اہلِ بیتؑ یہ علم جانتے ہیں یا ہندوستان میں ایک خانوادہ جانتا ہے ۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ وہ لوگ یہ جانتے ہیں جس بنا پر وہ بعض سچی پیش گوئیاں کرتے رہتے ہیں اور انکی جنتریاں زیادہ صحیح ہوتی ہیں ۔واللہ العالم

سوال:(۱۰):تصوف اورعرفان کی حقیقت سے روشناس کرائیں؟

جواب:باسمہ سبحانہ:عرفان تصوف کا ہی بدلا ہوا نام ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی ۔اور تصوف بقول ڈاکٹر اقبال:"اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے کہ تصوف کا وجود اسلام میں ایک اجنبی پوداہے"۔(اقبال نامہ)

تصوف اورعرفان بزعم صوفیاں نہ صرف براہِ راست خدا تک رسائی حاصل کرنے بلکہ خدا تک پہنچ کر اور اپنی خودی کو اس کی ذات میں ضم کر دینے اور "من تو شدم تو من شدی" کا راگ الاپنے کا ایک خودساختہ اور خانہ ساز طریقہ کار بھی ہے ۔جس کا اسلام اور قرآن کی مقدس تعلیمات سے اتنا بھی ربط و تعلق نہیں جتنا کھجور کی گٹھلی کا اس کے چھلکے سے ہوتا ہے ۔اس کے بنیادی دو اصول ہیں:

① انسان کا براہِ راست خدا سے مکالمہ ۔

② نفس انسانی کا حقیقت مطلقہ کے ساتھ مل جانا ہے ۔جسے صوفیہ "وصال" یا "فناء فی اللہ" کہتے ہیں ۔اور علامہ جزائری اور بعض دیگر محقق علماء کی تحقیق کے مطابق یہ گروہ بنی امیہ کی ایک خاص سازش کی پیداوار ہے ۔(انوارِ نعمانیہ)

صوفیوں کی مذمت سے ہماری کتب احادیث چھلک رہی ہیں ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سب صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقہ کے مغائر اور منافی ہے ۔ (حدیقۃ الشیعہ،مقدس اردبیلی)

تصوف کے بدلے ہوئے نام عرفان کی اصطلاحات سب وہی صوفیہ والی

ہیں، جیسے ذکر جلی، ذکر خفی، محو، صحو، اور مراقبہ وغیرہ ۔اوران کے عرفاء اسلام بھی وہی نامور صوفیا ہیں جیسے محی الدین ابن عربی، منصور حلاج جیلانی اور غزالی وغیرہ وغیرہ ۔

؎ بھر رنگے کہ خواھی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

بنظر اختصار سر دست اس موضوع پر اتنا ہی لکھنا کافی ہے ۔

سوال:(۱۱):نفس اورعرفان نفس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:باسمہ سبحانہ: اس میں قدرے اختلاف ہے کہ نفس و روح دو الگ الگ حقیقتیں ہیں یا ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ نفس سے مراد روح ہے، جیسا کہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرمایا ہے:"اعتقادنا فی النفوس انہا ھی الارواح" نفوس کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اس سے مراد ارواح ہیں، جن پر انسانی زندگی کا دارو مدار ہے اور اس پر انسان کی انسانیت اور تکالیف شرعیہ کا انحصار ہے ۔

اب رہی یہ بات کہ نفس و روح کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس کے معلوم کرنے کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا، اور نہ ہی ہم اسے سمجھ سکتے ہیں ۔کیونکہ اس کی حقیقت کا ادراک عام انسانی عقل و خرد کی دسترس سے باہر ہے ۔جب خدا نے اس کی حقیقت بیان نہیں کی، اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام نے بیان نہیں کی تو پھر اس کے معلوم کرنے کا راستہ کونسا ہے؟ لوگوں کے سوال پر خدا نے صرف یہ فرمایا:"قل الروح من امر ربی" کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا ایک امر ہے ۔

پھر لوگوں کے تفصیلی جواب کے تقاضا پر فرمایا:"و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا" تمہاری عقل اور علم تھوڑا ہے جس کی وجہ سے تم اس کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے ۔

چنانچہ مشہور حدیث نبویؐ یا علویؑ: "من عرف نفسه فقد عرف ربه" "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" کے متعلق اکثر علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ارشاد "تعلیق الامر علی المحال" کی قسم سے ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خداوند عالم کی اصل حقیقت کی معرفت محال ہے اسی طرح نفس و روح کی حقیقت کا معلوم کرنا بھی محال و ناممکن ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ حکماء وعلماء نے ابتدائے آفرینش کائنات سے لیکر آج تک اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوششیں کی ہیں مگر اس عقبۂ دشوار گزار کو عبور نہ کر سکے ۔اسی لیے خدا و رسولؐ نے ہمیں اس کے معلوم کرنے کا حکم نہیں دیا ۔ہم نے بقدر وسعت و استطاعت اپنی علمی کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" کے پندرھویں باب میں نقد و تبصرہ کیا ہے اور ارشاداتِ معصومینؑ کی روشنی میں اس عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ۔مزید تفصیلات کے لیے وہاں رجوع کیا جائے ۔

سوال: (۱۲): خانہ کعبہ بیت المقدس سے قدیم تر رہا ہے جبکہ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے ۔پھر یہ قبلہ اول کیوں بنا، جبکہ خانہ کعبہ موجود تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس عالم آب و گل میں سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ یہی خانہ کعبہ ہے جس کے پہلے معمار حضرت آدم صفی اللہ تھے، پھر برابر وہی قبلہ رہا ۔ہاں البتہ بیت المقدس کی تعمیر کے بعد کسی خاص مصلحت کی بنا پر کچھ مدت کے لیے اسے قبلہ بنا دیا گیا، اور

ہجرتِ نبویہ تک وہی قبلہ رہا، بعد ازاں پہلے قبلہ کو قبلہ بنا دیا گیا ۔بیت المقدس کو قبلہ اوّل اس لیے کہا گیا ہے کہ اوائل اسلام میں مسلمان اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے ۔ورنہ حقیقی معنی کے لحاظ سے بھی خانہ کعبہ ہی قبلہ اول ہے اور یہی قبلہ آخر ہے ۔باقی اس موضوع سے متعلقہ تفصیلات تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن جلد ۳ میں دیکھی جا سکتی ہیں ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" فروری ۲۰۰۸ء)

سوال: (۱۳): واقعۂ معراج میں مسجد اقصیٰ بیت المقدس ہے یا اس کی حقیقت کچھ اور ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عام مفسرین نے تو اس سے بیت المقدس ہی مراد لیا ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج مسجد حرام سے لے کر بیت المقدس تک تو قرآن سے ثابت ہے اور اس کے بعد مقام قاب قوسین تک حدیث سے ثابت ہے مگر اس قول کی کمزوری کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے ۔لہٰذا بعید نہیں ہے کہ مسجد اقصیٰ کو اس کے لغوی معنیٰ پر باقی رکھتے ہوئے اس سے مقام قاب قوسین مراد لیا جائے ۔جو سجدہ کی دور ترین اور آخری حد ہے ۔جہاں آپ سے پہلے نہ کسی نبی مرسل نے سجدہ کیا نہ کسی ملک مقرب نے اور نہ کسی مومن ممتحن نے یہ سعادت کا تاج قضاء وقدر نے صرف اور صرف سید الاولین و الآخرین کے نام نامی واسم گرامی کے ساتھ مختص قرار دی تھی ۔واللہ العالم ۔

سوال: (۱۴): جب تم کسی عالم کو امور دنیا میں منہمک پاؤ تو امور دین میں اس پر اعتماد نہ کرو (الحدیث)

امور دنیا میں انہماک کا معیار اور کسوٹی کیا ہے؟

ترکِ دنیا اور انہماک فی الدنیا کا خط امتیاز کیا ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: دنیا ہو یا دین کسبِ معاش یا حصول ثواب الغرض اسلام ہر چیز اور ہر ہر بات میں اعتدال کا علمبردار ہے ۔ لہٰذا تحصیل معاش اور اپنے بیوی بچوں کے لیے روزی طلب کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ خدا کی عبادت اور عین سعادت ہے ۔ حدیث میں وارد ہے : "**الکاسب حبیب اللّٰہ**" یعنی کسبِ معاش کرنے والا حبیب خدا ہوتا ہے ۔ ہاں البتہ اس میں اس قدر انہماک کرنا کہ آخرت کو بھلا دیا جائے ۔ اور مال و منال کی جمع آوری میں آدمی اس طرح مشغول ہوجائے کہ حلال وحرام جائز وناجائز کا امتیاز ہی ختم کر دیا جائے ۔ اور جب جمع ہوجائے تو مالی حقوق کی ادائیگی میں سہل انگیزی سے کام لیا جائے یہ ممنوع ہے ۔

اسی طرح آخرت کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے سدھارنے اور سنوارنے کی کوشش کرنا عبادت بھی ہے اور سعادت بھی ہے ۔ لیکن اس میں اس قدر انہماک کہ دنیا اور کسبِ معاش کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے یہ بات بھی ممدوح نہیں بلکہ مذموم ہے ۔ اسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے : "لیس منا من ترك الدنیا للاٰخرۃ و لیس منا من ترك الاٰخرۃ للدنیاہ" دو شخص ہم میں سے نہیں ہیں، ایک وہ جو اپنی آخرت کی خاطر اپنی دنیا چھوڑ دے اور دوسرا وہ جو اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت چھوڑ دے" ۔ (کتاب الخصال)

یہی وجہ ہے کہ مومن کو یوں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے: "ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" ۔

امید ہے کہ یہاں انہماک فی الدنیا اور ترک دنیا کا باہمی فرق نمایاں ہوگیا ہوگا ۔ ان شاء اللہ ۔

سوال: (۱۵): "جب میری امت میں بدعت ظاہر ہوجائے تو عالم دین کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کریں اور جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے، ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کا راستہ جہنم کی طرف ہے" ۔ بدعت کی عام فہم تعریف کیا ہے، جو محمدؐ و آلِ محمدؐ نے بیان فرمائی ہے ۔ جو دین حضرت رسولِ خداؐ نے پہنچایا اور جس کی آلِ محمدؐ نے اشاعت فرمائی، آج کافی چیزیں مباح کے نام سے بڑھادی گئی ہیں ۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ حدیث بڑی مستند اور معتبر ہے ۔ اور اصول کافی میں موجود ہے ۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ علمائے کرام کی ذمہ داری کس قدر سخت ہے اور بدعات کے دور میں اگر وہ حق وحقیقت کا اظہار نہیں کریں گے تو پھر ان کو خدا کی لعنت سے کوئی بچا نہیں سکتا ۔

اب رہی یہ بات کہ بدعت کسے کہتے ہیں؟ اس کی تفصیل اور اس کی اقسام اور احکام تفصیل سے "اِصلاح الرسوم" میں مذکور ہیں ۔ یہاں اس قدر اِجمالاً واضح کیا جاتا ہے کہ بدعت کی جامع ترین تعریف وہ ہے جو امیر علیہ السلام سے منقول ہے، فرمایا: "ما احدث من بعدہ" جو چیز پیغمبر اسلامؐ کے بعد انکے دین میں پیدا کی جائے ۔ (شرح اصول کافی ملا صالح مازندرانی)

اب اس کی دو قسمیں ہیں:

① "ایجابی" کہ جو کوئی نئی چیز دین میں داخل کی جائے جو اس میں داخل نہ تھی ۔

② "سلبی" جو چیز دین میں داخل تھی اسے خارج کیا جائے ۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں جس نیت سے بھی انجام دی جائیں حرام ہیں ۔ اور مداخلت فی الدین کے زمرے میں داخل ہیں ۔ ہاں البتہ "مباح" کی اِصطلاح خود ساختہ نہیں ہے، بلکہ شریعت کے احکام خمسہ میں سے پانچویں قسم

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے، اور وہ یہ ہیں:

① واجب ② حرام ③ سنت (مستحب) ④ مکروہ ⑤ مباح

مقصد یہ ہے کہ جو چیز نہ واجب ہو، نہ حرام، نہ مستحب ہو، نہ مکروہ، وہ مباح کہلاتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ سب عبادات توقیفی ہیں۔ ان کا جواز ان کے حدود و قیود، کیفیت و نوعیت شریعت مقدسہ پر موقوف ہے۔ نہ کسی کو کسی عبادت کے ایجاد کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ ان کی حدود و قیود مقرر کرنے کا۔ واللہ الموفق۔

سوال: (۱۶): اکثر سننے میں آیا ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ دین سمجھ کر نہ کرو۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ دین نہیں ہے تو یہ کیا ہے اور کیوں کریں؟ حالانکہ علماء جانتے ہیں کہ عوام ان امور کو دین سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ پھر دینی اور غیر دینی امور میں خط امتیاز کھینچنا شاید علماء کی ذمہ داری ہے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔ اگر علماء کرام اپنی ذمہ داری کو ادا کریں تو کوئی شخص مداخلت فی الدین کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کیا جائے؟ بقول اقبال: ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

جب علماء تھوڑی سی لچک کا مظاہرہ کرتے ہیں تو عوام کالانعام میلوں تک آگے نکل جاتے ہیں۔

دعا ہے کہ خداوند عالم علمائے کرام کو اپنے فرائض کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائے، وہ عوام کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں، بلکہ ان کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے انھیں جادۂ حق پر چلنے کی تلقین فرمائیں۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مارچ ۲۰۰۸ء)

سوال: (۱۷): حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم خدا کے اسمائے حسنیٰ ہیں، ہماری معرفت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن مجید میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بڑے خوب صورت نام ہیں۔ "فادعوہ بہا"۔ لہٰذا ان ناموں کے توسل سے خدا کو پکارو، اور ائمہ اہل بیتؑ فرماتے ہیں کہ ہم اسمائے حسنیٰ ہیں، لہٰذا خدا کی بارگاہ میں ہمارے وسیلہ سے دُعا و پکار کرو۔ اور یہی مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے کہ مرکز کائنات خدا کی ذات ہے، اور اس کی پہچان اور اس سے مقصد برآری کا وسیلہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہیں وبس۔ مزید تفصیل ہماری تفسیر فیضان الرحمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۱۸): ائمہ اہل بیتؑ کا ارشاد ہے: ہم حجۃ اللہ، باب اللہ، لسان اللہ، وجہ اللہ، عین اللہ ہیں۔ ہم اس کے بندوں پر اولوالامر ہیں۔ ان القاب کی اصل اور جامع توضیح فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: خوارج نے جنگ نہروان میں اعلان کیا تھا کہ: "یا علی لا حکم لك ان الحکم الا للّٰہ" (اے علیؑ! آپ کا حکم نہیں چلے گا، حکم تو بس خدا کا ہے)

حضرت علیؑ نے جب ان کی بات سنی تو فرمایا: "کلمة حق یراد بها الباطل" یہ کلمہ تو حق ہے مگر خارجیوں کی اس سے مراد باطل ہے۔

یہی مراد ان القاب کی ہے۔ یہ القاب و کلمات تو صحیح ہیں، مگر غالیوں کی اس سے مراد باطل ہے۔ کیونکہ وہ اس سے مراد لیتے ہیں کہ جو شخص ان دیکھے خدا کی زبان، آنکھ، اور چہرہ دیکھنا چاہے وہ حضرت علیؑ کی زبان آنکھ اور چہرہ دیکھ لے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جو ہو بہو اللہ کی زبان، آنکھ اور چہرہ کی طرح ہے ۔ اس طرح یہ لوگ مخلوق کی طرح خدا کی زبان اور آنکھ اور چہرہ وغیرہ اعضاء وجوارح قرار دیتے ہیں اور اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے یہ نہیں سوچتے کہ خدا تو جسم وجسمانیات سے پاک ہے اور ”لیس کمثله شئ“ کا مصداق ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہوں یا دوسرے ائمہ طاہرین علیہم السلام ان کی زبان آنکھ اور چہرے اللہ کے خاص زبان آنکھ اور چہرے ہیں ۔ عام زبان آنکھ اور چہروں جیسے نہیں ہیں ۔ یہ زبان سے وہی کچھ کہتے ہیں جو رضائے خدا ہوتی ہے اور ان کا چہرہ اللہ کا خاص چہرہ ہے جو خدا کے علاوہ کسی اور کے آگے جھکتا نہیں ہے ۔

الغرض یہ اضافت اس کی خصوصی فضیلت ظاہر کرتی ہے ۔ جیسا کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ، اور روح اللہ ہیں ۔ گو گھر سارے خدا کے ہیں مگر خانہ کعبہ اللہ کا خاص گھر ہے، تمام ناقائیں اللہ کی ہیں، مگر حضرت صالح علیہ السلام کی ناقۃ اللہ کی خاص اونٹنی ہے، اور روحیں سب خدا کی ہیں مگر حضرت عیسیٰؑ کی روح خدا کی خاص روح ہے ۔ (ملاحظہ ہو حضرت شیخ صدوقؒ کی کتاب التوحید اور حضرت علامہ مجلسیؒ کی بحار الانوار وغیرہ)

سوال: (۱۹): اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے ، وہ ان کو روئے زمین پر اس طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا ۔ آیا اس سے مراد ائمہ طاہرینؑ ہیں؟ ائمہ طاہرینؑ کو خلافت کیوں نہ ملی؟ جب ائمہ کے علاوہ بھی ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے لوگ موجود ہیں تو پھر خلافت کے حق دار ائمہ طاہرینؑ کیوں ہیں، اور کیا حضرت امیرؑ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اگرچہ عام طور پر اس آیت سے مراد خلافت نبویہ مراد

لی جاتی ہے اور ہمارے بعض بڑے بڑے مناظرین نے اس پر زور بیان صرف کیا ہے، مگر وارثانِ قرآن کی بیان کردہ تفسیر وتعبیر سے جو کچھ واضح و عیاں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں خلافت سے کفار کی خلافت مراد ہے ۔ خداوندعالم نے مظلوم و مجبور مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ آج جو لوگ تاج و تخت کے مالک ہیں، اور مسلمانوں کو ان کے وطن سے بے وطن کر رہے ہیں اور ان کے مال واسباب پر قبضہ کر رہے ہیں، خدائے قہار وجبار بہت جلد ان کے مال وجائیداد اور تخت وتاج کا وارث انہی بے نوا اور بے سروسامان ایمان اور عمل صالح کرنے والے لوگوں کو قرار دے گا ۔

خدا نے یہ اپنا وعدہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات میں فتح مکہ کے بعد پورا کر دیا تھا، اور مسلمانوں کو کفار کے مال وجائیداد کا وارث قرار دے دیا تھا ۔ اور ان کو فارغ البال اور خوشحال بنا دیا تھا ۔ اس آیت کی باقی تفصیلات ہماری کتاب تجلیاتِ صداقت اور تفسیر فیضان الرحمن میں دیکھی جائیں ۔

سوال: (۲۰): جو شخص ماہِ رمضان میں ہر رات کو سورۃ دخان سو مرتبہ پڑھے تو جب ۲۳ کی شب آئے تو شب قدر کا اظہار ہوگا، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عوامی نظریے کی قرآن وسنت سے تائید مزید نہیں ہوتی، بظاہر اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسے لیلۃ القدر کا شرف حاصل ہوگا، جو کہ ”لیلۃ القدر خیر من الف شهر“ ہے ۔ اظہار سے بظاہر مراد یہ ہوگی کہ اسے اطمینانِ قلب حاصل ہوگا کہ اسے یہ شرف حاصل ہوگیا ہے ۔

سوال: (۲۱): سورۂ شوریٰ میں ہے کہ ہم نے تمہاری طرف روح کی وحی کی جو ہمارے امر سے ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے، اور ایمان کیا ہے ۔ وضاحت فرمائیں ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: ہم نے اصول الشریعہ اور تفسیر فیضان الرحمن میں سب کی مکمل تفسیر بیان کی ہے کہ یہاں روح سے مراد روح القدس ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ بتایا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان و ایقان ہو یا علم و عرفان سب عطیۂ پروردگار ہے۔ ان کا ذاتی کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ خلقت کے بعد (روحانی ہو یا جسمانی) ایک لمحہ ایسا بھی تھا کہ آپ یہ چیزیں نہیں جانتے تھے اور خداوند عالم نے اپنے خصوصی لطف و کرم سے تعلیم دیں۔ یہی مقصد ہے "وعلمك ما لم تكن تعلم" کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ کچھ تعلیم دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان کے ذاتی علم کی نفی ہو، اور وہبی اور لدنّی علم کا اثبات ہو جائے۔ واللہ الہادی۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اپریل ۲۰۰۸ء)

سوال: (۲۲): حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کوئی امام رحلت فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بتا دیتا ہے کہ اس کا وصی کون ہوگا۔ (اصول کافی) جب پہلے پیغمبر اسلامؐ کی بارہ اماموں والی حدیث موجود ہے جس میں بارہ اماموں کے نام مذکور ہیں تو وفات کے وقت امامؑ کو نام بتانے کا کیا مقصد ہے؟ کیا امام پہلے واقف نہیں ہوتا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے پہلے دن حضرت امیر علیہ السلام کے تصدیق رسالت کرنے کے بعد ان کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا کہ "ھذا اخی و وصی"......الخ۔ مگر غدیر کے موقع پر رسم ولی عہدی ادا کی تھی، اسی طرح خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو ان کے بارہ جانشینوں کے نام بتا دیے اور آپؐ نے تمام امت کو بتا دیے جن میں خود ائمہ بھی شامل ہیں۔ مگر موجودہ امامؑ کی

رحلت کے وقت خصوصی طور پر منجانب اللہ اس کو بتا دیا جاتا ہے کہ اس کا وصی اور جانشین فلاں امامؑ ہوگا۔ تاکہ تاکید مزید ہو جائے۔ اور علم کی تجدید ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کا بداء واقع نہیں ہوا۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۳): حضرت رسولِ خداؐ نے سلسلۂ امامت بتا دیا تھا تو شیعیان اور خود امام کیوں اس سے ناواقف تھے، جیسا کہ جناب اسماعیل کا معاملہ پیش آیا، اس طرح پیغمبر اسلامؐ کی خبر صادق ثابت نہ ہوئی۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ابھی اوپر سوال کے جواب میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ بارہ اماموں کے نام خدا نے اپنے حبیب مصطفیؐ کو بتا دیے اور آپ نے امت کو بتا دیے۔ لہٰذا نہ کسی شیعہ کو کوئی شک تھا اور نہ کسی اور کو۔ بھلا کسی کو مخبر صادق امام جعفر صادقؑ کی خبر میں کس طرح شک ہو سکتا تھا؟ جناب اسماعیل بن جعفر صادق کا معاملہ اور ہے۔ چونکہ کئی احادیث میں مذکور ہے کہ موجودہ امام کے بعد اس کا بڑا بیٹا امام ہوتا ہے جب تک اس میں کوئی نقص نہ ہو۔ بنا بریں چونکہ اسماعیل حضرت امام جعفر صادقؑ کے بڑے بیٹے تھے، اور بظاہر ان میں کوئی نقص بھی نہ تھا۔ لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق تو حضرت اسماعیل کو امام ہونا چاہیئے تھا۔ مگر بارہ اماموں والی حدیث میں ساتویں امام موسیٰ کاظم مذکور تھے، اس لیے کچھ کمزور ایمان والے شک میں پڑ گئے تھے کہ ساتواں امام کون ہوگا؟ مگر خدائے علیم و قدیر نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حین حیات میں جناب اسماعیل کو موت دے کر واضح کر دیا تھا کہ ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ ہوں گے نہ کہ جناب اسماعیل۔

ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

سوال: (۲۴): حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب محمد

Presented By: https://jafrilibrary.com

بن حنفیہ نے امام زین العابدینؑ کی امامت کا انکار کیا اور خود امامت کا دعویٰ کیا اور امام زین العابدینؑ کے کہنے پر بھی نہ مانا ۔ بالآخر امام نے حجر اسود کی گواہی طلب کی تب مانا ۔ جب بارہ اماموں والی حدیث موجود تھی تو جناب ابن حنفیہ نے کیوں انکار کیا؟ اور کیوں جھگڑا کیا؟، اور کیوں نوبت حجر اسود کی گواہی تک پہنچی؟ جبکہ محمد بن حنفیہ معمّر اور بزرگ آدمی تھے ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ درست ہے کہ جناب محمد بن حنفیہ معمّر تھے ۔ بزرگ تھے اور امام زین العابدینؑ کے عم محترم تھے ۔ مگر بایں ہمہ معصوم نہ تھے اور غیر معصوم سے خطا ہوسکتی ہے ۔ خواہ وہ بزرگ ہو یا خُرد، اور ع "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است" کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ مگر اس حقیقت کے باوجود ہمارے بعض علمائے اعلام نے اس اختلاف کی ایک بہت اچھی تاویل کی ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کی گواہی حجر اسود کے دینے سے اس قدر پختہ اور واضح و آشکار ہو جائے کہ کسی کو یارائے انکار نہ ہو سکے ۔ اور ایسے ہی ہوا ۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس ظاہری اختلاف کا مقصد نیک تھا اور دوسرے مخالفین امامؑ کو خاموش کرانا اور امامؑ چہارم کی امامت کا اثبات تھا وبس ۔

سوال: (۲۵): حدیث میں وارد ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں بخش دوں گا ہر اس مسلمان کو جو امام عادل کے تحت عبادت کرے گا ۔ جو امام من جانب اللہ ہوگا، اگرچہ اس کے عمل خراب ہی ہوں ۔ (اصول کافی) وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس قسم کی حدیثوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ امام برحق کے ماننے والوں کو جہنم سے برائت کا پروانہ جاری کر دیا جائے کہ وہ جیسا بھی اچھا یا بُرا عمل کریں گے انھیں ضرور بخش دیا جائے گا ۔ جبکہ اس قسم کی حدیثیں بھی موجود ہیں کہ بعض محبت اہل بیتؑ کے دعوے داروں کو تین تین

لاکھ سال تک جہنم میں جلنے کے بعد شفاعت نصیب ہوگی ۔ (اعتقادیہ شیخ صدوق) اور بعض لوگ جہنم میں جل جل کر کوئلہ کی مانند ہو چکے ہوں گے کہ تب ان کو شفاعت اور بخشش نصیب ہوگی ۔ (الامالی) اس قسم کی حدیثوں کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جس شخص کا اعتقاد صحیح ہوگا، یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کا صحیح عقیدہ رکھتا ہوگا اور اس میں کچھ عملی کمزوریاں ہوں گی وہ مخلد فی النار نہیں ہوگا، بلکہ اپنے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا بھگت کر بالآخر جنت میں پہنچ جائے گا ۔ بخلاف اس شخص کے جس کا عقیدہ باطل ہوگا، وہ مخلد فی النار ہوگا ۔ یعنی جو کافر، مشرک یا منافق ہوگا، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا ۔

سوال: (۲۶): مروی ہے کہ راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام زین العابدینؑ کے تقیہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ اگر ابوذر جان جائے کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو اسے قتل کر دے ۔ حالانکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس روایت کی مکمل وضاحت تو میں نے اصول الشریعہ کے مقدمہ میں کر دی ہے مگر یہاں صرف اس قدر وضاحت کر دینا کافی ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں ۔ اور ہر نیچے درجے والا اپنے سے اوپر درجے والے کو برداشت نہیں کرسکتا ۔

چنانچہ جناب ابوذرؓ نویں درجے پر ہیں اور حضرت سلمانؓ دسویں درجے پر ہیں ۔ لہٰذا حضرت ابوذرؓ حضرت سلمانؓ کے درجے کو برداشت نہیں کر سکتے، بلاتشبیہ جس طرح قرآنی واقعہ ہے کہ جناب خضرؑ نے تین کام کیے اور جناب موسیٰؑ نے ہر کام پر اعتراض کیا، حالانکہ حضرت خضرؑ کے کام و اقدام درست تھے اور جناب موسیٰؑ کے ایراد بھی غلط نہ تھے ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لہٰذا ہر شخص کے ساتھ خدا جو سلوک کرتا ہے وہ اس کے ایمان وایقان کے مطابق کرتا ہے اور ہر شخص وہ جو کام واقدام کرتا ہے وہ اپنی ایمانی مقدار کے مطابق کرتا ہے ۔

سوال: (۲۷): سلمان رُوئے زمین پر باب اللہ ہیں، جن لوگوں نے پہچان لیا وہ مومن ہیں اور جنھوں نے انکار کیا وہ کافر ہیں ۔ سلمان ہم اہلِ بیتؑ سے ہیں ۔ سلمان نے فرمایا: مجھے علم کثیر دیا گیا ہے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب بتادوں تو کوئی مجھے مجنون کہے گا اور کوئی میرے قاتل کے لیے مغفرت طلب کرے گا ۔ (اصول کافی) وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سابقہ سوال کے جواب سے واضح و عیاں ہے ۔ مطلب بالکل واضح ہے کہ ہر شخص کی عقل وفراست الگ الگ ہے ۔ اس کا علم ومعرفت الگ الگ ہے ۔ لہٰذا اس کی شرعی تکلیف اور ذمہ داری بھی الگ الگ ہے ۔ حضرت آدمؑ اور ملائکہؑ کے قصہ سے واضح ہے کہ فرشتوں کی نسبت حضرت آدمؑ کی علمی استعداد وصلاحیت زیادہ ہے اور پھر ہر آدمی کی قوت عقل وعلم کا الگ الگ حکم ہے ۔ "**کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم** " ہر شخص کا علم وعقل الگ الگ ہے ۔ پھر اہلِ علم وعقل کو حکم ہے کہ لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق ان سے بات کریں ۔ نتیجہ یہ کہ انبیاء و ائمہؑ کے بعد حضرت سلمان فارسی کا مقام سب لوگوں سے بلند ہے ۔ واللہ العالم ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مئی ۲۰۰۸ء)

سوال: (۲۸): امام کھڑا ہوکر کہے گا: اے میرے پروردگار! میرا خمس یعنی اپنا حق طلب کرے گا، اور ہم نے اپنے شیعوں کے لیے مباح قرار دیا ہے، تاکہ ان کی ولادت پاک وصاف رہے ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس مسئلہ کا تعلق خمس کے معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ کے ساتھ ہے ۔ اتنا تو مسلّم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں فی الجملہ خمس ادا کیا جاتا تھا ۔ اگرچہ اس کی کیفیت اور نوعیت میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا صرف مالِ غنیمت میں واجب ہے یا بعض دوسری چیزوں میں بھی واجب ہے ۔ پھر یہ کہ مالِ غنیمت سے کیا مراد ہے؟ بہرنوع خمس کے چھ حصے ہوتے ہیں:

① خدا کا حصہ ② رسولؐ کا حصہ
③ ذوی القربیٰ کا حصہ یعنی امامؑ کا حق، ان تین کو "سہمِ امامؑ" کہا جاتا ہے ۔
④ آلِ رسولؐ کے مسکینوں کا حصہ ⑤ یتیموں اور ⑥ مسافروں کا ۔
ان تین حصوں کو "سہمِ سادات" کہا جاتا ہے ۔

مختلف ائمہ اہلِ بیتؑ سے مختلف قسم کی حدیثیں منقول ہیں ۔ بعض میں اہلِ ایمان کے لیے خمس کے معاف کیے جانے کا تذکرہ ہے اور بعض میں ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے ۔ جن کو علمائے کرام نے حالات وظروف پر محمول کیا ہے ۔ بہرحال ہر امامؑ کو اپنا حق معاف کرنے یا اس کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے ۔ پس جس امامؑ نے جس دور کے شیعوں کو اپنا حق معاف کر دیا، ان کے لیے معاف ہے، اور جس امامؑ نے اپنے دور کے شیعوں سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے، ان پر اس کی ادائیگی لازم ہے ۔ اور ہمارا چونکہ امام زمانہؑ کے دور سے تعلق ہے ۔

لہٰذا ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ انھوں نے کیا حکم دیا ہے، تو اِحتجاج طبرسی، بحارالانوار وغیرہ کتابوں میں امامِ زمانہؑ کی متعدد توقیعات موجود ہیں، جن کا موضوع یہ ہے: "امّا الخمس فقد ابیح لشیعتنا " ہم نے اپنے شیعوں کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیے خمس معاف کر دیا ہے۔

ہم نے اپنی فقہی کتاب "قوانین الشریعہ" میں ثابت کیا ہے کہ خمس کے دو حصے ہیں: ① سہم امامؑ ② سہم سادات۔ لہٰذا امامؑ کو اپنا حصہ وصول کرنے یا معاف کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور چونکہ انھوں نے اپنا حق معاف کر دیا ہے لہٰذا وہ معاف ہے۔ اور جہاں تک سہم سادات کا تعلق ہے تو جب ان میں آج مسکین، یتیم اور مسافر موجود ہیں تو ان کا حصہ واجب الادا ہوگا۔ اور جو ان کا حق غصب کرے گا وہ غاصب سمجھا جائے گا۔ اور اپنے پیٹ میں آگ بھرے گا۔ ھٰذا ما عندی و العلم عنداللہ۔

سوال: (۲۹): امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں قریشی اور اولادِ رسولؐ ہوں اور کتاب خدا کا علم رکھتا ہوں، جس میں ہر شے کا بیان ہے۔ ابتدائے خلائق سے لے کر اور آسمان و زمین اور امر اولین و آخرین کا جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے وہ میری نظر کے سامنے ہے، پھر بھی تم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے۔ (اصول کافی جلد ۴ صفحہ ۱۴۹۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس حدیث کا تعلق علم امامؑ سے ہے اور اس کی مقدار اور خاص طور پر علم ماکان و ما یکون سے ہے اور یہ مسئلہ خاصا پیچیدہ اور معرکۃ الآراء ہے اور ہم نے بقدر ضرورت بڑی تفصیل کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی کتاب "اصول الشریعہ" میں اس پر تبصرہ کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس علم کا جاننا اور حاصل ہونا نبیؐ کی طرح اس کے جانشین اور امامؑ کیلئے بھی جاننا ضروری ہے جو اس کے ناشر اور محافظ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کام شریعت کا علم رکھنے کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔

باقی رہا علم ماکان و ما یکون علم آسمان یا علم زمین یا دوسرے مختلف علوم،

ان کا جاننا نہ نبیؐ کے لیے واجب ہے اور نہ امامؑ کے لیے۔ کیونکہ ان علوم کا ان کے منصب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہ علم اللہ کا فضل ہے، وہ جس قدر چاہے عطا فرمائے۔ "لامانع لعطائہ ذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"۔ اور جو کچھ مختلف اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ذواتِ مقدسہ باعلام اللہ گزشتہ مشہور واقعات کا علم رکھتے ہیں، اور آئندہ بھی وہ حتمی واقعات جن میں بدا واقع نہیں ہوتا کا علم رکھتے ہیں۔

یعنی خدا سے اُن کا ہر وقت رابطہ قائم رہتا ہے۔ لہٰذا وہ زمین و آسمان کی جس چیز کو جاننا چاہیں خدا ان کو جنوا دیتا ہے اور آگاہ فرما دیتا ہے۔ "والحجۃ من لا یقول لا ادری" حجت خدا اسے کہا جاتا ہے جو کسی سائل کے کسی سوال کے جواب میں یہ نہیں کہتا کہ میں نہیں جانتا۔ "ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔

سوال: (۳۰): امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: جب کسی کی ریاضت اس کی صفائی قلب سے زیادہ ہو تو یہ ہمارے نزدیک نفاق ہے۔ (شافی جلد ۴ صفحہ ۳۶۹) وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ مختصر حدیث ان مفصل احادیث کا حصہ ہے جن میں وارد ہے کہ آدمیوں کی چند قسمیں ہیں:

① ایک وہ جس کا ظاہر بھی صاف اور باطن بھی صاف ہے یہ مؤمن ہے۔

② دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہر بھی صاف ہے اور باطن بھی صاف ہے مگر اس کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ شفاف ہے، یہ ولی ہے۔

③ تیسری قسم وہ ہے جس کا ظاہر بھی نجس ہے اور باطن بھی نجس ہے، یہ کافر ہے۔

④ چوتھی قسم وہ ہے جس کا ظاہر اچھا ہے اور باطن گندا ہے۔ یہ منافق ہے۔ اور اس حدیث میں ایک قسم کا تذکرہ کر کے اسے بھی نفاق قرار دیا گیا ہے کہ ظاہری

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

صفائی پر زیادہ توجہ دی جائے اور قلب کی صفائی ستھرائی کا خیال نہ رکھا جائے ۔ یہ بھی نفاق ہے ۔(جامع السعادات وغیرہ کتب اخلاق) خلاصۂ کلام یہ ہے:

ع سیرت پہ نظر چاہیئے صورت سے زیادہ

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جون ۲۰۰۸ء)

سوال: (۳۱): فلسفہ وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود کی وضاحت فرمائیں اور ان کے متعلق شرعی نقطہ نظر کی وضاحت فرمائیں ۔ نیز تصوّف پر بھی روشنی ڈالیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اسلام کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ خالق کائنات کا وجود الگ ہے جو کہ واجب الوجود ہے اور مخلوق کا وجود الگ ہے (جو کہ ممکن الوجود ہے) مگر صوفیا قائل ہیں کہ خالق ومخلوق کا وجود ایک ہے جو کہ شرک ہے لیکن یہ فرقہ کم از کم یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ جو موجود نظر آتے ہیں وہ خدا سے الگ ہیں مگر وحدۃ الشہود والے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب خدا ہے اور یہ کھلم کھلا کفر ہے ۔ چنانچہ غالب نے اسی گروہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا:

ے اصل شہید و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں؟

اور جہاں تک اصل تصوف کا تعلق ہے تو وہ بقول ڈاکٹر اقبال اسلام کی سرزمین میں اجنبی پودا ہے ۔ (اقبال نامہ) یہ فلسفہ یونان کے مذعومات، یہودیوں کے نظریات، عیسائیوں کے عندیات، ہندوؤں کے خرافات اور جوگیوں کے ریاضیات کا ایک ایسا ملغوبہ ہے کہ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" ۔

اور اس کے بنیادی اصول دو ہیں:

① انسان کا خدا سے براہِ راست مکالمہ

② نفس انسانی کا حقیقت مطلقہ (خدا) کے ساتھ مل جانا ہے ۔ جسے صوفیہ وصال یا فنا فی اللہ کہتے ہیں ۔

ے من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ بنی امیہ کے دور کی بدعت ہے جو اہلِ بیتِ نبوتؑ کے روحانی اقتدار پر شب خون مارنے کی خاطر ایجاد کی گئی تھی ۔ جبکہ دنیوی اقتدار پر پہلے ہی قبضہ کیا جا چکا تھا ۔

ع کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

اس لیے ائمہ اہلِ بیتؑ نے فرمایا ہے: "الصوفیۃ کلھم من اعدائنا و طریقتھم مبائنۃ طریقنا" کہ تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقہ کے خلاف ہے ۔ (حدیقۃ الشیعہ از علامہ اردبیلی)

سوال: (۳۲): کشف والہام اور وحی میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جہاں تک وحی کا تعلق ہے تو اس کے لغوی معنی تو مخفی اشارہ کے ہیں، اور اسی معنی کے اعتبار سے قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے، جیسے: "اوحینا الی ام موسیٰ" کہ ہم نے مادرموسیٰ کو وحی کی ۔ یا "اوحینا الی النحل" ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی ۔ دوسرے اس کے اصطلاحی معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ اپنے خاص الخاص بندوں (یعنی نبیوں رسولوں) سے خطاب کرکے ان کو احکام شریعت کی وحی کرتا ہے ۔ اور یہ قسم صرف نبیوں اور رسولوں سے مختص ہے اور کشف والہام غیر انبیاء کو بھی ہوسکتا ہے ۔

یعنی جب کوئی بندہ مومن کسی کام کے سلسلے میں متردد ہوتا ہے اور خدا سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

راہنمائی کا سوال کرتا ہے تو خدا اس کی رہنمائی کرتے ہوئے اس کے دل و دماغ میں حق بات ڈال دیتا ہے ۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "و نفس و ما سواھا فالھمھا فجورھا و تقواھا" ۔ قسم ہے نفس کی اور اس کے برابر کرنے والے کی جس نے اس کو نیکی اور بدی کا الہام کیا ہے ۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس ملہمہ رکھنے والوں کو من جانب اللہ الہام و القاء ہوتا ہے ۔

سوال: (۳۳): حضورؐ کے وقت میں نوشیرواں عادل کا پوتا خسرو پرویز بادشاہ تھا، اسکے بعد اس کے بیٹے شیرویہ نے آٹھ ماہ حکومت کی، اسکے بعد اس کا بیٹا اردشیر تخت پر بیٹھا، عمر سات برس تھی، ڈیڑھ سال بعد قتل ہوا، بعد ازاں جواں شیر تخت پر بیٹھا، ایک سال بعد مر گیا ۔ اب یزدجرد جو کہ ہنوز بچہ تھا تخت پر بیٹھا، جس سال حضرت عمر نے خلافت سنبھالی ۱۳ھ اسی سال یزدجرد بالغ ہوا ۔ عمر سولہ یا اٹھارہ سال تھی ۔ نہاوند اور ایران ۲۱ھ میں فتح ہوا ۔ اسکی تین جواں سال بیٹیاں نہیں ہوسکتیں ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس ساری تقریر دلپذیر کو من و عن تسلیم کر لیا جائے تو بھی چودہ پندرہ سال کا لڑکا بالغ متصور ہوگا ۔ لہٰذا ۲۱ھ تک اس کی دو تین بیٹیاں دس گیارہ سال کی بالغہ عاقلہ کیوں نہیں ہوسکتیں؟ بالخصوص جب دوسری روایت کو مدنظر رکھا جائے تو یزدجرد کی یہ بیٹیاں حضرت امیر علیہ السلام کے ظاہری دورِ خلافت میں مدینہ لائی گئیں ۔

سوال: (۳۴): معراج نبویؐ کے زمانہ میں مسجد اقصیٰ کا وجود تھا جو کہ بیت المقدس میں بتائی جاتی ہے، جبکہ یہ علاقہ حضرت عمر کے دور میں فتح ہوا، اور حضرت عمر کے وہاں نماز پڑھنے سے مسجد وجود میں آئی ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ بات بالکل خلافِ حقیقت ہے کہ حضرت عمر کے

وہاں نماز پڑھنے سے مسجد اقصیٰ وجود میں آئی، بلکہ بیت المقدس ہی مسجد اقصیٰ ہے جو کہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے عہد میں تعمیر ہوئی اور مسلمانوں کا قبلہ اول ہے ۔ بنابریں عام مفسرین نے تو مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس مراد لیا ہے، لہٰذا بنابریں قرآن کی رو سے معراج کا آغاز مسجد الحرام سے ہوا، اور اختتام مسجد اقصیٰ پر اور سفر آسمان حدیثوں سے ثابت ہے اور بعض مفسرین نے مسجد اقصیٰ سے مقام قاب قوسین او ادنیٰ مراد لیا ہے ۔

بنابریں مسجد اقصیٰ کے معنیٰ ہوں گے انتہائی دور جائے سجدہ اور وہ یہی مقام ہے ۔ بنابریں سفر معراج کا آغاز مسجد الحرام سے ہوگا اور اختتام بمقام قاب قوسین او ادنیٰ پر ہوا ۔ اس طرح پورا واقعہ معراج قرآن سے ثابت ہوگا اور احادیث سے اس کی تائید مزید ہوگی ۔

سوال: (۳۵): حیات بعد الموت اور حیاتِ جاودانی میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو شخص ظاہری موت کا مزہ چکھنے کے بعد جہنم سے بچ جائے اور جنت کی جاگیر میں داخل ہوجائے وہی شخص حیاتِ جاوداں کا حامل ہے، جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے، فرمایا:

لیس من مات فاستراح بمیتٍ انما المیت میت الاحیاء

یعنی جو شخص بظاہر مر جائے مگر عذابِ الٰہی سے بچ جائے وہ مردہ نہیں ہے (بلکہ زندہ ہے) ہاں البتہ مردہ وہ ہے جو زندوں میں رہ کر مردہ ہے ۔ (کیونکہ وہ مقصدِ زیست سے نا آشنا ہے)

سوال: (۳۶): کیا حیات جاوداں خدا کی ابدیت جیسی ہوگی، دوام حیات کب تک ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے "لیس کمثلہ شئ" کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

مصداق ہے، ذات ہو یا صفات، کوئی بھی مخلوق اپنے خالق جیسی نہ ہے اور نہ ہی ہوسکتی ہے ۔لہٰذا اس کی حیات جاوداں ازلی بھی ہے اور ابدی بھی اور واجب الوجود بھی ۔مخلوق کی حیات ابدی تو ہوسکتی ہے مگر ازلی نہیں ہوسکتی اور ابدی بھی تو عطائی ہے، ذاتی نہیں ہے ۔ممکن ہے واجب نہیں ہے، وہ سلب ہوسکتی ہے ۔یہ الگ بات ہے کہ محسن حقیقی حسب الوعدہ کبھی سلب نہ کرے ۔

سوال: (۳۷): موت یا ذائقۂ موت نفس کو ہوگا، یا کسی اور چیز کو؟ وضاحت فرمائیں ۔نیز حیات جاودانی نفس کو ہوگی یا کسی اور چیز کو؟

جواب: باسمہ سبحانہ: موت نفس کو ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:
"کل نفس ذائقۃ الموت" ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا ۔اور اس سے مراد جسم و روح کی جدائی ہے ۔بقول شاعر:

ے زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

اور حیات جاوداں جو ملے گی تو وہ بھی روح کو ہی ملے گی مگر جسم کے ساتھ ۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" جولائی ۲۰۰۸ء)

سوال: (۳۸):

جواب: باسمہ سبحانہ:

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" جولائی ۲۰۰۸ء)

سوال: (۳۹): فطرت کسے کہتے ہیں؟ اسلام دین فطرت ہے، پھر تبلیغ و ضرورت انبیاؑء و رسلؑ کیوں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: "فطرت" جسے انگریزی میں "نیچر" اور فارسی میں "سرشت" کہتے ہیں ۔طبعی رجحان و میلان کا نام ہے ۔ظاہر ہے کہ انسانی فطرت

وطبیعت کا طبعی رجحان و میلان تو خدا کے اقرار اور اس کی بندگی کے اظہار کی طرف ہے ۔

مگر جیسا کہ آئندہ سوال سے واضح ہوگا کہ بعض اوقات داخلی و خارجی عوامل و اسباب کی وجہ سے یہ فطری جذبہ مغلوب ہوجاتا ہے اور دب جاتا ہے ۔ اور آدمی خدا کا بھی انکار کر دیتا ہے اور اس کی عبادت سے بھی پہلو تہی کرتا ہے ۔ اس لیے انبیاء ورسل آتے ہیں اور اس کی فطرت کو جھنجوڑ کر اس سے پوچھتے ہیں:

"افی اللہ شك فاطر السماوات والارض"

کیا اس خدا کے وجود میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ ہوسکتا ہے جو زمین وآسمان کا خالق ہے؟

اور اگر بندگی سے پہلو تہی کرے تو اسے خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں:

ے زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

سوال: (۴۰): ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے، ماں باپ، اسے یہودی ونصرانی بنا دیتے ہیں ۔کیا فطرت تبدیل ہوسکتی ہے یا بدلتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سوال ۳۹ کے جواب سے واضح ہے اور خود اسی حدیث سے لائح ہے ۔کیونکہ فطرت صرف کسی چیز کا تقاضا کرتی ہے، اس کے عدم یا وجود کی علت نامہ نہیں ہوسکتی ۔

جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اِسلامی پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ ماحول اور معاشرہ اس پر غالب آجاتا ہے ۔اور اسے یہودی ونصرانی یا مجوسی بنا دیتا ہے ۔چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں:

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

؎
صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

پسر نوح با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد

سگ اصحاب کھف پئے نیکاں گرفت و آدم شد

سوال: (۴۱): انسان کا ناشکرا ہونا، گناہ کرنا، کمزور ہونا، جلد باز ہونا، نیک و بد اور جھگڑالو ہونا، ظالم یا عادل ہونا، فطرت کا تقاضا ہے یا کچھ اور کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: فطرت کا جو تقاضا ہوتا ہے وہ دو متضاد چیزوں کا تقاضا نہیں کرتی ۔ یعنی اس کا تقاضا نیکی ہے تو پھر بدی کا تقاضا نہیں کرسکتی اور اگر بدی کا تقاضا ہے تو پھر نیکی کا تقاضا نہیں کرسکتی ۔ اگر عدل اس کا تقاضا ہو تو ظلم اس کا مقتضی نہیں ہوسکتا ۔

میرا رجحانِ طبع اس طرف ہے کہ نفس امارہ کی خواہش، شیطان کی فرمائش اور بیرونی عوامل کی چاہت کے پیشِ نظر اگر لوگ تقاضائے فطرت کے خلاف کام واقدام کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جابجا ہم پڑھتے ہیں کہ "کان الانسان کفورا" کہ انسان بڑا ناشکرا ہے ۔ "کان الانسان جھولا" کہ انسان بڑا جاہل ہے ۔ "کان الانسان اکثر شئ جدلا" کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

وہ اسی طرف اشارہ ہے کہ مقام عمل میں اکثر لوگ باغوائے ابلیس فطرتِ انسانی کے خلاف کام کرتے ہیں اور انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا بن جاتے ہیں اور اسے بدنام کرتے ہیں ۔

ع بد نام کنندہ نکو نامے چند

سوال: (۴۲): انسان کی فطرت کیا ہے؟ نیز انسانی اور حیوانی فطرت میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سوال نمبر ۳۹ کے جواب کے پہلے حصے میں عیاں ہے اور آخری حصے کا جواب یہ ہے کہ جو انسان وحیوان میں فرق ہے یا جو صاحبِ عقل اور بے عقل میں فرق ہے وہی انسانی اور حیوانی فطرت میں فرق ہے ۔

سوال: (۴۳): "ضمیر" کی تعریف کیا ہے؟ یہ ماحول سے پروان چڑھتی ہے یا کسی اور نہج پر پہلے سے موجود ہوتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جس چیز کو ہماری قومی زبان (اردو) میں ضمیر کہا جاتا ہے اسے عربی زبان میں "وجدان" کہا جاتا ہے ۔ جو خیر وشر، حسن وقبح اور غلط وصحیح میں تمیز کراتا ہے ۔ چنانچہ ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ گانا سننا اور بجانا جائز ہے؟ امامؑ نے فرمایا: میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ اگر خداوند عالم حق و باطل کو الگ الگ کر دے تو کیا یہ گانا بجانا حق کی طرف ہوگا یا باطل کی طرف؟

اس نے عرض کیا کہ میرا ضمیر کہتا ہے کہ وہ باطل کی طرف ہوگا ۔ فرمایا: جب تیرے ضمیر کا یہ فیصلہ ہے تو پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ (بحارالانوار) سچ ہے:

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا ۝۸
(سورۃ الشمس)

سوال: (۴۴): وحی کی کیفیات کیا ہیں؟ وحی، کلام، اشارہ اور ادراک کیا ہوتا ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: "وحی" کی کیفیت کیا ہے؟ وحی کے وقت صاحب وحی کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسے تو وہی ذات بیان کرسکتی ہے جس پر وحی ہوتی ہے۔ اور وہ نبی و رسول کی ذاتِ گرامی صفات ہے، میں بقول شاعر:

ع حلوائے نانتانی تا نہ خوری نہ دانی

یعنی نانتان کا حلوہ کھانے سے تعلق رکھتا ہے، بتانے سے نہیں۔ اخبار و آثار سے تو صرف اس قدر پتا چلتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو آپ پر ایک گونہ غنودگی چھا جاتی تھی اور جاڑے کے موسم میں بھی پیشانی اقدس پر پسینہ آجاتا تھا، اور وحی کے لغوی معنی کلام اور خفیہ اشارہ کے ہیں۔ البتہ ادراک اور چیز ہے۔ جس کا وحی سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کے معنی عقل یا اعضاء وجوارح سے کسی چیز کو پانے کے ہیں۔ ارشادِ قدرت ہے:

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (سورۃ حم شوریٰ:۵۱)

سوال: (۴۵): "الہام" "ادراک" "خیال" کیا ہوتا ہے؟ "الہام" کس کو ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرامین سے واضح و آشکار ہے وہ یہ ہے کہ وحی نبوت تو نبی و رسول کے ساتھ مختص ہے۔ مگر الہام، القاء، اولیا اور اوصیا کو بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی جب وہ کسی مشکل معاملہ میں خدا سے رجوع کرتے ہیں تو خدا ان ذواتِ مقدسہ کو حقیقت حال کا الہام والقا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اصول کافی میں اس موضوع سے متعلق کئی احادیث موجود ہیں: "ان الامام اذا اراد ان یعلم شیئا اعلمه الله" کہ جب امام کسی بات کے معلوم کرنے کا ارادہ کرلیں تو خداوند عالم انھیں جنوا دیتا ہے اور

اس کا ان کو الہام والقاء کر دیتا ہے۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ)

سوال: (۴۶): الہام اپنی ذات وادراک کا کرشمہ ہے؟ سوچ و فکر کا عملی نتیجہ ہے یا اللہ کا بندے سے اور بندے کا اللہ سے رابطہ نزول وانکشاف کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: علم نفسیات کے ماہرین تو یہی کہتے ہیں جو کچھ سوال میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر حکماء اسلام یعنی سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے کلام حق ترجمان سے جو کچھ واضح وعیاں ہوتا ہے وہ بھی سوال نمبر ۴۵ کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ واللہ العالم بحقائق الامور۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اگست ۲۰۰۸ء)

سوال: (۴۷): امر، مشیت، ارادہ، اذن، مقدر اور تقدیر کی تعریف فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: "امر" کے معنی "حکم" کے ہیں، جبکہ "مشیت" کے معنی "چاہنے" کے ہیں۔ "ارادہ" کا مفہوم "کسی کام کے کرنے کا عزم بالجزم" اور "تقدیر" کے معنی "اندازہ مقرر کرنا"۔ اور مقدّر اسی تقدیر کا اسم مفعول ہے۔ یعنی "تقدیر شدہ"۔ اور "اذن" کے معنی "اجازت" کے ہیں اور حکم کے بھی۔

بہرحال جہاں جہاں یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہاں وہاں موقع ومحل کی مناسبت اور نزاکت کے پیشِ نظر ان کا مفہوم متعین کیا جاتا ہے۔ بہرنوع ان الفاظ میں سے جو لفظ یا جو چیز زیادہ اہم ہے وہ تقدیر کی لفظ ہے کہ خدا کی تقدیر کیا ہے؟ یعنی خدا کا فیصلہ کیا ہے؟۔

تو اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کس چیز کا فیصلہ؟ انسانی افعال واعمال کا، یا انسانی صحت ومرض کا یا فقر وغنا وغیرہ۔ اور دوسرے تمام حالاتِ زندگی کا تو جو کچھ قرآن اور آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی افعال واعمال کے بارے میں خداوند عالم کی تقدیر یعنی اس کا فیصلہ یہ ہے کہ نہ تو انسان مجبور محض ہے اور نہ ہی بالکل مطلق العنان "بل الامر بین الامرین"

لہٰذا یہ غلط ہے کہ خدا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ فلاں ہر حال میں جنت میں جائے گا، اور فلاں ہر حال میں جہنم میں جائے گا، بلکہ اس نے انسان کو نیکی و بدی کرنے کی طاقت دے کر فاعل مختار بنایا اور انبیاء و مرسلین و ائمہ طاہرین کے ذریعہ سے جنت و جہنم کا رستہ دکھایا ہے۔

لہٰذا ان میں سے کسی ایک رستہ پر چل کر جنت یا جہنم میں جانا انسان کے اختیار میں ہے۔ اور جہاں تک انسانی زندگی کے دوسرے حالات و واقعات کا تعلق ہے تو اگرچہ ان میں خدا کی قضا وقدر کا بھی بڑا دخل ہے مگر کافی حد تک انسان کا بھی اپنے حالات سنوارنے اور بگاڑنے میں دخل و عمل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "لیس للانسان الا ما سعیٰ" کہ ہر انسان کو وہ کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اگر حفظانِ صحت کے اصولوں کی پابندی کرے تو صحت کی دولت ملتی ہے، اور اگر ان اصولوں کو پامال کرے تو مرض کی سوغات ملتی ہے۔ اور اگر آدمی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے تو پھر نتیجہ فقر و فاقہ کی صورت میں ملتا ہے۔ یہی کیفیت عزت و ذلت، بلندی و پستی کی ہے۔ الغرض خدا کا وعدہ ہے: "انی لا اضیع عمل عامل منکم" کہ وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

بہر نوع:

؎ مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

نتیجہ یہ کہ موت و حیات کی طرح انسان دوسرے حالات و کوائف میں اس طرح مجبور و بے کس نہیں ہے بلکہ اس کی روش و رفتار کا عمل و دخل بھی ہے۔

سوال: (۴۸): مذکورہ بالا نظریہ کے بعد دعا کا مقام بیان فرمائیں۔ یعنی پھر دعا کیوں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: دعا کی ضرورت و اہمیت بہر حال قائم و دائم ہے ایک تو اس لیے کہ خالق کائنات کی بارگاہ میں دعا کرنا نہ صرف یہ کہ عبادت ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ (سورۃ المومن: ۶۰)

تم دعا کرو، میں قبول کروں گا، جو اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور دعا کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں، ان کو ذلیل کر کے جہنم میں جھونک دوں گا۔

دوسرا اس لیے کہ انسان کی جس سعی و کوشش اور جد و جہد سے تقدیر بنتی اور بدلتی ہے دعا بھی انہی انسانی اعمال میں سے ایک نہایت ہی شائستہ اور شستہ عمل ہے، جس کی تاثیر ناقابلِ انکار ہے۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے: "لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یرد البلا الا الصدقۃ"

قضا کو رد نہیں کرتی مگر دعا اور بلا کو رد نہیں کرتا مگر صدقہ (سابع بحارالانوار)

سوال: (۴۹): جنت میں داخل ہونے کے بعد مرد و زن جن و انس گناہ ثواب کرنے میں کیسے حالات میں ہوں گے، جبکہ شیطان بہکائے گا نہیں۔ کیا سب جنتی معصوم ہو جائیں گے؟ انسانی جذبات کیسے ہوں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: قبل ازیں انسانی جبلت وفطرت کے بارے میں یہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسانی طبیعت وفطرت کا رجحان ومیلان اسلام و ایمان اور نیک کام کی طرف ہے ۔"فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا" اگر انسان بڑا ہوکر کفر وعصیان اختیار کرتا ہے تو بیرونی حالات وسانحات سے متاثر ہوکر، جیسے ماں باپ عزیز واقارب اور ماحول ومعاشرہ اسی طرح اس کا طبعی رجحان تو نیک کام کی طرف ہے مگر لذت کام و دہن حاصل کرنے ، جنسی خواہشات کے مٹانے ، مال وزر کے انبار پر کرنے کی خاطر گناہ کرتا ہے اور جنت میں ہر چیز بطور حلال میسر ہوگی ۔ یعنی جیسا خورد ونوش پسند کرے گا وہ موجود، جس طرح جیسی خواہش کی تکمیل کرنا چاہے گا وہ حاضر، جیسے مکان میں رہنا چاہے گا، جیسی سواری پر سوار ہونا چاہے گا، وہ حاضر ۔

الغرض جب جنتی کی ہر خواہش کے پورا ہونے کا جائز طریقہ پر انتظام ہوگا تو پھر وہ گناہ وعصیان کا ارتکاب کیوں کرے گا ۔ بنابریں اگر احتراماً ان لوگوں پر لفظ معصوم نہ بولا جائے تو کم از کم ان کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ تو کہا جا سکتا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا وجہ کوئی شخص گناہ نہیں کرتا، اور جنت میں گناہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی ۔ والحمدللہ ۔

سوال: (۵۰): ایک آدمی دس نیکیاں کرتا ہے اور دو برائیاں کرتا ہے ۔ کیا وہ جنت میں جانے کا حق دار ہے؟ جب کہ قرآن کہتا ہے کہ ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی کا بدلہ ملے گا ۔ اس طرح تو زیادہ نیکیاں کم برائیوں کے بدلہ سے بچادیں گی ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر اس فارمولا کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو جنت میں کوئی معصوم ہی داخل ہوگا، ورنہ ظاہر ہے کہ غیر معصوم جتنا بڑا نیکوکار اور پرہیزگار ہو، اس سے کوئی نہ کوئی تو بڑا یا چھوٹا گناہ سرزد ہو جاتا ہے ۔ بے شک

خدا تو عادل ہے، ذرہ ذرہ کا حساب وکتاب لے گا ۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ۞ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۞ (سورۃ الزلزال: ۷و۸)

مگر برائیوں کے برے بدلہ سے بچنے کا خدا نے تین طرح سے انتظام کیا ہے ۔

① ایک توبہ ہے کہ توبہ کرنے سے انسان بڑے سے بڑے وزر و بال سے بال بال بچ جاتا ہے:

توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا

اے گناہگار مومنو! تم توبہ کرو، خداوند عالم تمہارے سب گناہ معاف کردے گا ۔

② دوسرا نیک کام بجالانا، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات

کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں ۔ یعنی مسلسل نیکیاں کرنے سے آدمی بعض برائیوں کے برے نتائج سے بچ جاتا ہے ۔

③ تیسرا سب انبیاء ومرسلین اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی شفاعت ہے ۔

"بشرائطھا المقررۃ. رزقنا اللہ شفاعۃ النبیؐ و آلہ الطاھرینؑ"

سوال: (۵۱): "جہالت" اور "جاہلیت" میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: "جہالت" "علم" کی ضد ہے ۔ پس جب علم کے معنی "جاننا" ہے، تو "جہالت" کے معنی ہوں گے "نہ جاننا" ۔ اور "جاہلیت" اس دور اور عہد کو کہا جاتا ہے جس میں جہالت کا اس طرح دور دورہ ہو کہ علم کی بجائے لوگ جہالت اور ضلالت پر اور اس کے غلط رسم ورواج پر فخر وناز کرتے ہوں، اور اسے چھوڑنے

Presented By: https://jafrilibrary.com

پر کسی طرح آمادہ نہ ہوں ۔ کیونکہ "کل حزب بما لدیھم فرحون"۔

سوال: (۵۲): ضرورت سے زیادہ اللہ کی راہ میں دو، پھر زکوٰۃ اڑھائی فیصد قرار دے کر جو چاہو جتنا چاہو جمع کرلو ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: پہلا حکم استحبابی ہے اور دوسرا وجوبی ۔ لہٰذا وجوب اور استحباب میں کوئی تضاد نہیں ہے ۔ سال بھر کے اخراجات سے جو کچھ بچ جائے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دیا جائے ۔ مگر واجب صرف یہ ہے کہ اڑھائی فی صد راہِ خدا میں خرچ کرو اور جو کچھ بچے وہ تمہارے لیے مباح ہے ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" ستمبر ۲۰۰۸ء)

سوال: (۵۳): جن ذوات اعلم الناس کا اپنے متبعین کو ارشاد ہو کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور یہ کہ علم حاصل کرو چاہے تمھیں چین جانا پڑے وہ خود کس طرح ان پڑھ ہو سکتا ہے اور کس طرح وہ تا قیامت پڑھنا لکھنا نہیں جانتا ۔ امی تھا؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: کس نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے؟

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی

پیغمبر اسلام کے "اُمّی" ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ ان پڑھ تھے اور منسوب الی الام تھے ۔ اُمّی کی وہ تفسیر معتبر نہیں جو عوام کرتے ہیں، بلکہ وہ تفسیر معتبر ہے جو اقلیم امامت کے آٹھویں تاجدار نے بیان کی ہے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے تھے ۔ (عیون اخبار الرضا، بحار الانوار) ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر (۷۲) زبانوں میں

لکھ پڑھ سکتے تھے ۔ (معانی الاخبار حضرت شیخ صدوق) بات صرف اس قدر ہے کہ آپ حکم الٰہی اور حکمت ایزدی کے تحت حسب ظاہر نہ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے ۔ "اذا لارتاب المبطلون" ورنہ باطل پرستوں کو موقع مل جاتا کہ آپ نے غارِ حرا میں بیٹھ کر اور آسمانی تابوں کا مطالعہ کر کے قرآن نامی کتاب مرتب کر لی ہے ۔ (القرآن) اس حکمت اور مصلحت سے نہ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے ۔

بہر حال کسی خاص مصلحت کے تحت نہ لکھنا، اور نہ پڑھنا، اور ہے اور نہ لکھ سکنا، یا پڑھ نہ سکنا اور ہے ۔ ان دو باتوں میں جو نمایاں فرق ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے ۔ والحمدللہ ۔

سوال: (۵۴): "لیس للانسان الا ما سعی" حالانکہ کئی بار ایک انسان بلا محنت و مشقت مال حاصل کر لیتا ہے ۔ اور کئی بار باوجود محنت و مشقت کے کچھ حاصل نہیں کر پاتا ۔ کہتے ہیں کہ اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، لیکن علمی و عملی میدان میں کافی لوگ محنت کے بعد بھی منزل مقصود حاصل نہیں کر پاتے ۔ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس آیت کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس قدر دوڑ دوش کرتا ہے اتنا ہی پھل پاتا ہے ۔ یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ ہاں البتہ غالباً ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے ۔ مگر کبھی بھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بویا جائے اس کا ایک دانہ بھی نہیں پھوٹتا، اور خودرو پودے اس کی جگہ لے لیتے ہیں ۔ آدمی ایک پروگرام بناتا ہے اس کے لیے کوشش بھی کرتا ہے مگر نتیجہ اس کی خواہش کے خلاف نکلتا ہے ۔ ایسی ہستی کو خدا کہتے ہیں جو انسانی

Presented By: https://jafrilibrary.com

ارادوں کو بدل دیتا ہے اور انسانی تدبیروں پر پانی پھیر دیتا ہے ۔

ے مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

نمرود اور اس کے ارکانِ سلطنت بڑی محنت و مشقت سے آگ تیز کرتے ہیں، منجنیق کے ذریعہ جناب خلیل کو اس میں پھینکتے ہیں کہ جل کر بھسم ہوجائیں ۔ مگر خدا ان کو محفوظ رکھتا ہے اور آگ کو گل وگلزار بنا دیتا ہے ۔ فرعون سارے ملک سے جادوگر بلواتا ہے اور جناب موسیٰؑ سے عصا پھنکوا کر فرعونیوں کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا دیتا ہے ۔

علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ آیت آخرت کے متعلق ہو کہ آدمی دارِ دُنیا میں جیسا کام کرے گا اس کا آخرت میں انجام بھی ایسا ہی پائے گا ۔ یعنی:

ے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت سے نہ نوری ہے نہ ناری ہے

علاوہ بریں جو لوگ باوجود محنت کے حصولِ مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے بالعموم ان کی کارکردگی میں کوئی نقص ہوتا ہے ۔

سوال: (۵۵): علماء سے سنا ہے کہ ہر شے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، جب کہ چرند، پرند، حیوان اور انسان فاقے سے مرجاتے ہیں، اصل مدعا کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: آپ نے جو کچھ علماء سے سنا ہے وہ برحق ہے ۔ ارشادِ قدرت ہے: "وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا" یعنی زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں ان کی روزی کا انتظام خدا کے ذمے ہے ۔ (سورۃ ہود:۶) مگر سابقہ آیت کے مطابق ہاتھ پاؤں ہلانا انسان وحیوان

کا کام ہے اور رزق پہنچانا خدا کا کام ہے ۔ اگر کوئی حیوان یا انسان رزق کی تلاش میں تگ و تاز نہ کرے، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے مکان کے اندر بیٹھ جائے تو خدا چھت پھاڑ کر رزق نازل نہیں کرتا ۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ چند آدمی ایسے ہیں کہ جن کی خدا دعا قبول نہیں کرتا، ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے گھر میں بیٹھ جائے اور تلاشِ رزق میں کوئی جستجو نہ کرے اور پھر خدا سے کہے کہ یا اللہ! مجھے روزی دے، تو خدا جواب میں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے ہاتھ پاؤں دیے ہیں تو روزی کی تلاش میں کیوں باہر نہیں نکلتا اور اسے کیوں تلاش نہیں کرتا؟ (خصال شیخ صدوق)

علاوہ بریں یہ اجتماعی فقر وفاقہ اور اس کی وجہ سے موت خدائی اِمتحان بھی ہوتا ہے ۔ اور بعض اوقات عذاب بھی ۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾

(سورۃ البقرہ:۱۵۵)

ع اینہا همه راز است که معلوم عوام است

سوال: (۵۶): لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (سورۃ البقرہ:۲۵۴) اور مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورۃ البقرہ:۲۵۵) میں تضاد کیوں ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بیع و شراء اور کوئی شفاعت وسفارش نہیں ہوگی، اور دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت وسفارش ہوگی، مگر خدا کے اذن واجازت کے بعد ۔ اس کے باوجود ان دو آیتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے ۔ کیوں؟ اس لیے کہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

دونوں آیتوں کا مفہوم الگ الگ اور کوئی شفاعت نہ ہوگی، یعنی خدا کی پیشگی اجازت کے بغیر شفاعت نہ ہوگی، یعنی خدا کی پیشگی اجازت کے بعد ہوگی، یہ ایک مفہوم ہے ۔اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جن کی شفاعت نہ ہوگی وہ اور لوگ ہیں (وہ کفار، مشرکین اور منافقین ہیں) اور جن کی شفاعت ہوگی وہ اور لوگ ہیں ۔یعنی جن کا دین و مذہب تو پسندیدہ ہوگا مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں پائی جاتی ہوں گی ان کی شفاعت ہوگی ۔(یہ وہ وضاحت ہے جو وارثانِ علم قرآن یعنی سرکار محمدؐ و آلِ محمدؑ نے فرمائی ہے ۔(ملاحظہ ہو تفسیر البرہان، نور الثقلین، مجمع البیان، اور فیضان الرحمن وغیرہ)

سوال: (۵۷): "لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ "(سورۃ الانعام: ۵۱) اللہ شفیع اور سفارشی کیسے ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا سرپرست اور سفارش قبول کرنے والا صرف اللہ ہوگا، یہ ان لوگوں کے ایمان باللہ کے مآل اور ارتقاء کی دلیل ہے ۔

سوال: (۵۸): اسی طرح ملائکہ کی شفاعت کا مطلب کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ملائکہ کی شفاعت وسفارش کا مطلب بعینہ وہی ہے جو کہ انبیاء و مرسلین اور شہداء و صدیقین، ائمہ طاہرین اور عباد اللہ الصالحین کی شفاعت کا مطلب ہے کہ یہ بھی خدا کے اذن و اجازت کے بعد سفارش کریں گے، جن کا دین و ایمان درست ہوگا، اگر ان کے اندر کچھ عملی کمزوریاں پائی جاتی ہوں گی ۔ان شاء اللہ العزیز ۔الحمد للہ علیٰ وضوح الحق و الحقیقۃ

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اکتوبر ۲۰۰۸ء)

سوال: (۵۹): قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

(سورۃ طٰہٰ: ۱۲۰) ہمیشگی کا درخت اور انمٹ بادشاہت کا پتا ابلیس نے آدمؑ کو دیا ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ ابلیس جناب آدمؑ کا کھلم کھلا دشمن تھا تو اس نے جناب آدمؑ کو فریب دینے کے لیے جھوٹی قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ اگر آپ نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو آپ کو انمٹ بادشاہت مل جائے گی ۔اور جناب آدمؑ نے یہ خیال کر کے کہ ابلیس نے خدا کے نام کی قسم کھائی ہے، اور بھلا کوئی مخلوق اپنے خالق کے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتی ہے؟ اس پر اعتبار کر کے درخت کا پھل کھا لیا، اور نتیجہ اس کے برعکس ظاہر ہوا کہ اس درخت کا پھل کھاتے ہی بہشت بریں سے نکلنا پڑ گیا ۔یہ تھی ابلیس کی پرکاری اور فریب کاری ۔اور جناب آدمؑ سے ترکِ اولیٰ یہ ہوا کہ انھوں نے خدا سے رابطہ قائم کر کے یہ نہ پوچھا کہ اے پروردگار! ابلیس لعین تیرے نام کی قسم میں جھوٹا ہے یا سچا؟

سوال: (۶۰): وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ سورۃ الرحمن میں آیات ۴۶ تا ۵۵، اور اللہ سے ڈرنے والے کے لیے دو جنتیں ہیں ۔کیا مطلب و مفہوم ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: "جنت" کے لغوی معنی ہیں: "باغ" یعنی باغِ بہشت تو گویا خداوند عالم ہی فرما رہا ہے کہ جو لوگ ہر وقت خائف و ترساں رہے ہوں، جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا، تو ان کے لیے ایک جنت (ایک باغ نہیں ہے) بلکہ دو جنتیں یعنی دو باغ ہیں ۔خلاصہ یہ کہ ان کو دوگنی جزا دی جائے گی ۔مزید وضاحت تفسیر فیضان الرحمن جلد ۹ میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

سوال: (۶۱): کیا مردے سنتے ہیں؟ مسلمان مردے یا غیر مسلمان بھی؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جنگ بدر کے کافر مقتولین سے حضورؐ کا باتیں کرنا اور صحابہ کا پوچھنا، اور حضورؐ کا جواب میں فرمانا کہ یہ لوگ تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں ۔مگر فرق یہ ہے کہ جواب دینے سے قاصر ہیں ۔کیا مسلمان کے مُردے اہلِ ماتم، اہلِ زیارت کی آمد سے آگاہ ہوتے ہیں؟ نیز قبر میں لیٹا ہوا مُردہ تلقین سُن اور سمجھ رہا ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ مسئلہ قدیم الایام سے امتِ مسلمہ میں اِختلاف کی آماجگاہ بنا ہوا ہے ۔بعض فرقے سماعِ موتی کے قائل ہیں اور وہ اپنی دلیل اسی واقعۂ بدر کے کفار مقتولین سے اس طرح گفتگو کو قرار دیتے ہیں کہ آپؐ نے بدر کے کفار مقتولین سے اس طرح گفتگو کی ہے جس طرح زندوں سے کی جاتی ہے ۔

نیز نہج البلاغہ میں حضرت امیر علیہ السلام کا وادی السلام میں مومنین سے گفتگو کرنا اور ان سے سوال کرنا کہ تمہارے ساتھ کیا بیت رہی ہے؟ اور پھر حاضرین سے فرمانا کہ "لو اذن لھم فی الکلام لا خبرو کم ان خیر الزاد التقوی یا امیر المومنین" اگر ان کو جواب دینے کی اجازت مل جائے تو یہ سب بیک زبان ہوکر کہیں گے کہ بہترین زادِ راہ سفر میں تقویٰ ہے ۔

اور کچھ مسلمان عدمِ سماع کے قائل ہیں ۔اور وہ قرآن مجید کی اس آیت کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں: وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورہ الفاطر: ۲۲) اے پیغمبرؐ! آپؐ قبروں والوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ۔وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں میں مدفون مُردے کو جب پیغمبر اسلامؐ بھی آواز نہیں سنا سکتے ۔تا بدیگراں چہ رسد؟

مگر پہلا فریق اس استدلال کے جواب میں کہتا ہے کہ جس طرح بظاہر قبروں والے زندہ کی آواز نہیں سن سکتے اسی طرح پیغمبر اسلام بدر کے کافروں کو

ہدایت نہیں کر سکتے ۔کیونکہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ اس شخص میں ہدایت حاصل کرنے کی طلب اور تڑپ ہو ۔جو کہ کافروں میں نہیں ہوتی ۔اس لیے خدا و مصطفیٰ بھی ان کو ہدایت نہیں کر سکتے ۔میت کا کاندھا پکڑ کر اور اسے ہلا کر اور یا فلاں بن فلاں اسمع وافہم (اے فلاں بن فلاں سن اور سمجھ) کہنے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ مُردے سنتے ہیں، ورنہ یہ تلقین بے کار محض متصور ہوگی ۔

یہاں اس سے زیادہ اس موضوع پر گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ ۔

سوال: (۶۲): دف بجانے کی کیا حقیقت ہے ۔نکاح کے وقت سماع اور دف کو سنت سمجھا جاتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہمارے فقہاء میں سے اسے سنت تو کوئی بھی نہیں مانتا، البتہ بعض فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں ۔مگر چونکہ دف بظاہر آلاتِ غناء سے سمجھی جاتی ہے لہٰذا شادی ہو یا غم، اس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے ۔واللہ العالم ۔

سوال: (۶۳): عورتوں سے مشورہ کر لینا چاہیئے ۔لیکن عمل اس کے خلاف کرنا چاہیے ۔اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ کوئی قاعدہ کلیہ اور ضابطۂ حیات نہیں ہے، جس کی بہر حال بجا آوری لازم ہو ۔بلکہ اعم واغلب پر محمول ہے کہ چونکہ بالعموم عورتیں ناقص العقل، ناقص العبادۃ اور ناقص الحصہ ہوتی ہیں ۔

لہٰذا ان کی رائے اور مشورہ بھی ناقص ہوگا ۔اگرچہ بعض عورتیں اس قدر عقل مند اور دانش مند ہوتی ہیں کہ اکثر مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔متنبی نے سیف الدولہ کی پھوپھی کی مدح میں کہا تھا:

Presented By: https://jafrilibrary.com

کہ اگر تمام عورتیں اسی خاتون کی مانند ہوتیں تو پھر عورتیں مردوں سے افضل ہوتیں ۔لہٰذا ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ سمجھی جائیں گی ۔واللہ العالم

سوال: (۶۴): بیری کے پتوں سے سردھونا رزق بڑھاتا ہے ۔ نیز غم والم، وسوسہ شیطانی کو دور کرتا ہے ۔کافی فائدہ مند ہے ۔وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: بیری کے انہی فوائد کے پیشِ نظر شریعت مقدسہ نے آبِ سدر سے غسل دینے کو واجب قرار دیا ہے ۔ جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات جب ہر چیز کے کچھ خواص اور طبعی آثار ہوتے ہیں جن کو سب جانتے ہیں، خواہ حکماء واطباء بیان کریں یا فلاسفہ یونان ۔اور اگر حقیقی حکماء اسلام یعنی سرکار محمدؐ وآلِ محمدؑ کسی نبات کے کچھ خواص بیان کریں تو ان کو صحیح ماننے میں کیا امر مانع ہے؟ اسے بھی درست تسلیم کرنا پڑے گا ۔

(ماہنامہ ”دقائق اسلام“ نومبر ۲۰۰۸ء)

سوال: (۶۵): ابوجہل بنو مخزوم قبیلہ کا سردار تھا، اسے عوام وخواص اہلِ عرب ابوجہل کہتے تھے ۔ کیا یہ اس کی کنیت تھی یا سبھی اسے اس کنیت سے پکارتے تھے ۔اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: آپ نے خود اپنے سوال میں اقرار کیا ہے کہ تمام اہلِ عرب، کیا خواص اور کیا عوام، اسے ابوجہل ہی کہتے تھے ۔تو پھر اس سوال کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے: ”یا سب اسے اس کنیت سے پکارتے تھے؟“ حقیقت یہی ہے کہ پورا عالم عرب وعجم اسے اسی نام سے پکارتا تھا اور پکارتا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ اس کا نام ہے یا کنیت ۔ہاں البتہ اس کے والد کا نام ہشام تھا ۔یعنی ابوجہل بن ہشام مخزومی ۔

سوال: (۶۶): واقعہ معراج میں جملہ انبیاء نے حضورؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی، جسمانی طور پر یا روحانی طور پر، کس طرح پڑھی؟ توضیح فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: پیغمبر اسلامؐ کا جسمانی معراج تو قرآنی آیات اور متواتر روایات سے ثابت ہے اور یہ بھی کہ خدائے علیم وحکیم نے آپ کو آسمانی عجائباتِ قدرت اور سماوی آیاتِ الٰہیہ دکھانے کے لیے آسمانوں پر بلوایا تھا ۔ جب کہ آیت مبارکہ ”لنریہ من ایاتنا الکبریٰ“ کا مفاد ہے ۔ باقی رہیں اس سفر کی تفصیلات کہ خدائے قدیر نے آپ کو کیا کیا دکھایا؟ اور آپؐ نے کیا کیا دیکھا؟ ۔ یہ سب کچھ اخبار آحاد میں وارد ہے جو کہ موجب یقین نہیں ہیں ۔

انہی اخبار میں سے انبیاء کا آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنا بھی وارد ہے (جب کہ دنیوی زندگی کے بعد نماز وروزہ کی شرعی تکلیف ساقط ہوجاتی ہے ۔) اور آنحضورؐ بھی عشاء کی نماز مکہ میں پڑھ کر اس سفر پر روانہ ہوئے تھے، اور صبح کی نماز واپس آکر مکہ میں ہی ادا کی تھی ۔ پھر یہ کونسی نماز تھی؟ نیز آپ تو بجسد عنصری عالم بالا پر گئے تھے مگر کیا دوسرے انبیائے ما سلف بھی ابدانِ عنصریہ کے ساتھ وہاں موجود تھے یا برزخی کے ساتھ؟ یہ سب باتیں پردۂ خفا میں ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ”ابهموا ما ابهمه الله“ جس بات کو خدا مبہم رکھے (اجمالاً بیان کرے) تم بھی اسے مبہم ہی رہنے دو ۔

اور یہی کیفیت اس سفر معراج میں پہلے پچاس نمازوں کے واجب ہونے اور پھر جناب موسیٰؑ کے مشورہ کے مطابق حضورؐ کے بار بار بارگاہِ خداوندی میں ان کی تعداد کم کرنے کی استدعا کرنے اور بالآخر پانچ نمازوں پر اکتفا کرنے والی روایت کی ہے ۔جو بظاہر حضرت رسولِ اعظمؐ کی شان کے منافی ہے ۔ کما لا یخفی ۔

سوال: (۶۷): دورانِ واقعۂ معراج میں پچاس نمازوں کا تحفہ اور حضرت

Presented By: https://jafrilibrary.com

موسیٰؑ کے مشورہ وصلاح دینے پر بار بار آنا جانا اور نمازوں کا پانچ ہوجانا، اور ثواب پچاس نمازوں کا ہونا؟ حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: سابقہ سوال کے جواب میں اس روایت پر اجمالاً تبصرہ کر دیا گیا ہے، اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: (٦٨): لقاء اِلٰہی سے کیا مراد ہے؟ کیا روزِ حشر لقاء الٰہی ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: لقاءِ اِلٰہی سے مراد قیامت کے دن خالق کائنات و مالک ممکنات کی بارگاہ تعالیٰ میں حاضری وحضوری ہے وبس۔ جہاں تک خدا کی رُؤیت بصری کا تعلق ہے تو وہ عقلی وشرعی دلائل قاطعہ کی روشنی میں ناممکن ومحال ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ز وَ هُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ" (سورۃ الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کو درک نہیں کرسکتیں، ہاں البتہ وہ آنکھوں کو درک کرتا ہے۔

اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: "لا تراہ العیون بمشاھدۃ الابصار بل تراہ القلوب بحقائق الایمان" یعنی خدا کو ان مادی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، بلکہ اسے حقائق ایمان کی روشنی میں نورِ بصیرت سے دیکھا جاسکتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

سوال: (٦٩): اسامہ بن زید بن حارثہ کی ماں کا نام ام ایمن تھا، جو کہ حضرت رسولِ خداؐ کی دائی تھیں، جو کہ آپؐ کو ورثہ میں نیز ملی تھی۔ یعنی ام ایمن زید بن حارثہ کی بیوی تھی۔ (بحوالہ ضیاء النبیؐ)۔ مزید وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: عام تاریخوں میں یہی لکھا ہے۔ اس وقت مزید تحقیق کرنے کی فرصت نہیں ہے۔

سوال: (٧٠): سورج پلٹنے کا واقعہ کب پیش آیا؟ یہ صرف ایک بار پیش آیا

یا متعدد بار، جب کہ احادیث میں ملتا ہے کہ نبی وامام کا سونا جاگنا، آگے پیچھے سے آگاہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ تو پھر بوجہ نیند نماز قضا کیوں ہوئی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بنا بر مشہور جنگ خیبر سے واپسی پر مقام صدہا پر پہنچے اور وہاں قیام فرمایا تو آپ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ مگر حضرت علیؑ نے ہنوز نماز نہیں پڑھی تھی کہ آپؐ حضرت علیؑ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر لیٹے تھے کہ وحی کا سلسلہ شروع ہوا، جو کہ غروبِ آفتاب سے پہلے ختم نہ ہوا۔ تب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ یا علیؑ! نمازِ عصر پڑھی ہے؟

عرض کیا کیسے پڑھتا، جب کہ آپؐ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا۔ اور وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت پیغمبر اسلامؐ نے دستِ دعا بلند کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: بارِ الٰہا! چونکہ علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اِطاعت میں مصروف تھے اس کے لیے سورج کو پلٹا، تاکہ وہ نمازِ عصر ادا کرسکیں۔ چنانچہ سورج پلٹ آیا، اور آپؑ نے نمازِ عصر ادا فرمائی۔ (کتب فریقین)

بنابریں اس واقعہ کا امامؑ کی نیند سے کوئی تعلق نہیں ہے جب کہ وہ روایات جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ زمینی حقائق کے خلاف ہیں۔ کیونکہ نبیؐ وامامؑ جب سو کر اٹھتے تھے تو تجدیدِ وضو کیا کرتے تھے۔ کما لا یخفی۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" دسمبر ۲۰۰۸ء)

سوال: (٧١): شق القمر کے معجزہ پر روشنی ڈالیں کہ تاریخ عالم میں اسے کیوں رقم نہیں کیا گیا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر تاریخ سے مراد تاریخ اسلام ہے تو مؤرخین اسلام اور مفسرین قرآن نے باقاعدہ اس معجزہ کا بڑے طمطراق سے تذکرہ کیا ہے اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر اس سے مراد غیر مسلم مؤرخین ہیں یعنی مغربی مؤرخین، تو اس وقت جب اس معجزہ کا ظہور ہوا مغرب جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تو وہ اس کا تذکرہ کس طرح کرتا، اور پھر یہ واقعہ رات کے وقت رونما ہوا اور چند منٹ ہی ہوا۔ لہٰذا ہر شخص اس کی طرف متوجہ نہ ہوسکا۔ جبکہ اس وقت مغربی ممالک میں دن تھا۔ کما لا یخفی

سوال: (۷۲): چاند گرہن اور سورج گرہن کا حاملہ عورتوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن وسنت میں کسوف وخسوف کے حاملہ وغیرہ پر اثر انداز ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ صرف سینہ گزٹ ہے اور توہم پرستی ہے اور کچھ نہیں ہے۔

سوال: (۷۳): بروز نوروز تحویل کے وقت مخصوص پانی کے برتن میں گلاب کا پھول ڈالا جاتا ہے جو حرکت کرتا ہے۔ لوگ عمل کرتے ہیں، مخصوص دعائیں مانگتے ہیں۔ جب کہ یہ عمل حافظ ریاض حسین نجفی پرنسپل جامعۃ المنتظر لاہور کی جنتری میں درج ہے۔ آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ نوروز ایرانی قوم کا ایک مخصوص تہوار ہے جو قبل از اسلام سے برابر منایا جارہا ہے۔ مگر اس امر میں سخت اختلاف ہے کہ آیا یہ کوئی اسلامی عید بھی ہے یا نہ؟ اس سلسلہ میں مختلف اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں۔ بعض سے اس کی نفی ہوتی ہے اور بعض سے اثبات۔

اگرچہ مشہور یہی ہے کہ یہ ایک اسلامی عید ہے مگر بہت سے محقق علماء و فقہاء اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اور ہر فریق نے اس کی نفی و اثبات پر متعدد رسائل تالیف کیے ہیں۔ ہمارا ذاتی رجحان اور میلان بھی اسی کی

طرف ہے کہ یہ ایرانی قوم کا قومی تہوار ہے وبس۔ تفصیل کے لیے "اِصلاح الرسوم" کی طرف رجوع فرمائیں۔

سوال: (۷۴): جامعۃ المنتظر کی جنتری میں عام جنتریوں کی طرح ہر قسم کے عمل موجود ہیں جب کہ جنتری پر علامہ سید صفدر حسین نجفی (مرحوم) کی تصاویر موجود ہیں۔ عوام تو ان کے نام اور تصاویر کو دیکھ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اندر کی ہر چیز جائز ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: کس قدر بہتر ہوتا کہ آپ ہمارے ان لائق احترام دوستوں کے نام نہ لکھتے تاکہ جواب دینے میں یہ اندیشہ دامن گیر نہ ہوتا کہ:

ع کہیں ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

حضرت امیرالمومنینؑ کا ارشادِ گرامی ہے: "انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال" ہمیشہ یہ دیکھو کہ کہنے والا کیا کہتا ہے، یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے؟ بنا بریں نام کی بجائے قول و فعل کو دیکھنا چاہیے۔ لہٰذا اگر اس جنتری یا رسالہ کے مندرجات سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے ارشادات و فرمودات کے مطابق ہیں تو قابلِ قبول ہوں گے ورنہ نہیں۔ "بل نردھا الیٰ قائلھا" عام جنتریوں میں تو رطب و یابس کی بھرمار ہوتی ہے۔

چونکہ المنتظر جنتری علماء کرام کی زیرِ نگرانی شائع ہوتی ہے اس لیے غیر مستند چیزوں سے پاک ہونی چاہیے۔

سوال: (۷۵): حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر طیار، حضرت عبداللہ بن رواحہ جنگ موتہ کے تینوں جرنیل ایک قبر میں مدفون ہیں (حوالہ ضیاء النبیؐ) ان کی قبر کہاں ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ان کی قبریں بمقام موتہ (نزد شام) میں موجود ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۷۶): وقت آخر حضورؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اس کھانے کا درد اب محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اس زہر کی وجہ سے میری رگِ دِل کٹ رہی ہے۔ (ضیاء النبی) وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ایسی ہی ایک روایت ہمارے ہاں بھی موجود ہے، جسے حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عقائد شیخ صدوق میں نقل کیا ہے کہ کسی یہودیہ عورت نے آپؐ کو زہر دیا تھا۔ مگر فریقین کے محقق علماء آنحضورؐ کی طبعی موت کے قائل ہیں۔ واللہ العالم۔

سوال: (۷۷): اگر کسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں تو کیا وہ چیز عبادت ہوگی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر اس چیز کا تعلق عبادت سے ہے یعنی وہ چیز ایسی ہے کہ اس کے ادا کرنے میں قصد قربت لازم ہے تو پھر وہ عبادت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ چیز معاملات و مباحات سے ہے تو اگر اس کی ادائیگی میں خدا کی خوشنودی کا قصد کیا جائے تو وہ کارِ ثواب بن سکتی ہے۔

سوال: (۷۸): کیا تعظیمی سجدہ شرک ہے یا گناہ؟ تو کیا وہ سجدہ جو فرشتوں نے آدمؑ کو کیا تھا، وہ کس قسم کا تھا؟ کیا تعظیمی سجدہ تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: کسی مخلوق کو تعظیمی سجدہ کرنا شرک ہے اور شرک سے بڑا گناہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ "ان الشرك لظلم عظيم"۔ وہ سجدہ جو فرشتوں نے حضرت آدمؑ کے روبرو کیا تھا، اس کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: "خالق کائنات نے آدم کو قبلہ بنا کر سجدہ اپنی ذات کو کرایا تھا"۔ (بحار الانوار، احتجاج طبرسی، تفسیر البرہان وغیرہ) تو گویا شیطان نے جناب آدمؑ کو قبلہ تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔

تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب "احسن الفوائد" یا ہماری تفسیر

"فیضان الرحمن" کی طرف رجوع کیا جائے۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جنوری ۲۰۰۹ء)

سوال: (۷۹): بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور مکہ میں داخل ہوئے تو حضورؐ کے سر اقدس پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔ عمر بن حریث سے روایت ہے کہ جب آپؐ نے خطبہ دیا تو سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ جو حضورؐ کا جھنڈا تھا، وہ بھی کالا تھا۔ حضورؐ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔ حضورؐ کے عمامے کا رنگ سیاہ تھا، اور حضورؐ عیدین کے موقع پر اسے باندھا کرتے تھے۔ (حوالہ ضیاء النبیؐ جلد ۵ صفحہ ۵۸۱) عمامہ اور جھنڈے کے رنگ کی حقیقت و اصلیت بیان فرمائیں کہ سنت رسولؐ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میرے نزدیک یہ مسئلہ اس قدر اہم نہیں ہے کہ اس پر زور بیان صرف کیا جائے، اور اشہب قلم کو میدانِ قرطاس میں جولان دیا جائے۔ بھلا جو لوگ کالے رنگ کی مذمت میں بولتے اور لکھتے ہوئے نہیں تھکتے، تو جب انہی کا ایک مفسّر و محدث جناب پیر کرم شاہ ازہری اپنی سیرت النبیؐ میں اپنے ممدوح صحابہ کرام کے حوالے سے لکھ رہے ہیں کہ حضورؐ کے عمامہ کا رنگ بھی سیاہ تھا اور جھنڈے کا رنگ بھی سیاہ تھا تو آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

ہم تو پہلے ہی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اگر ہمارے کالے لباس پر یا کالے علموں پر اعتراض ہے تو اسلامی برادری والوں کو تو جب ان کے ذمہ دار علماء بھی یہ حقیقت تسلیم کر رہے ہیں تو ہمیں ان کی راست گوئی کی داد دینی چاہیے۔ ہاں البتہ یہ واضح رہے کہ ہماری کتب حدیث میں جہاں کالے رنگ کی مذمت وارد ہوئی ہے وہیں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ اس مذمت سے عمامہ، عبا، اور موزے مستثنیٰ ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

(حلیۃ المتقین از علامہ مجلسی یا اس کا ترجمہ تہذیب المومنین از مولانا مقبول احمد دہلوی)

سوال: (۸۰): اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انھیں تو قرآن ایک انسان پڑھاتا ہے۔ حوالہ سورہ۔ یہ کس شخص کی طرف اشارہ تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ الزام تراشی کرنے والا شخص ولید بن مغیرہ تھا، اور اس کا قرآن پڑھانے کا اشارہ جناب سلمان محمدی کی طرف تھا۔ (کتب تفسیر)

سوال: (۸۱): قصۂ غرانیق سے کیا مراد ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: برادرانِ اسلام کی بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصنام قریش کی مذمت پر خطبہ دے رہے تھے کہ شیطان نے ان کی زبان پہ یہ اشعار جاری کر دیے جو ان بتوں کی تعریف پر مشتمل ہیں۔ العیاذ باللہ۔

تلک الغرانیق العلیٰ   و ان شفاعتھن لترتجی

یہ جو بلندو بالا (بُت) ہیں، ان کی شفاعت (سفارش) کی امید کی جاتی ہے (یہ شفاعت کر کے بُت پرستوں کو بخشوائیں گے) اسی روایت پر اعتماد کر کے رشدی ملعون نے اپنی ملعون کتاب "شیطانی آیات" میں پیغمبر اسلامؐ کی ذاتِ اقدس پر جرح و قدح کی ہے۔ حالانکہ یہ روایت شانِ رسالت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

سوال: (۸۲): اکثر عاملین حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام سے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کا عمل کرتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہمیں جناب موصوفہ کے نام کے عمل کی صحت و سقم

سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں البتہ جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے "حیات القلوب" میں اور جناب علامہ جزائری نے "قصص الانبیاء" میں موصوفہ کے تین نام بتائے ہیں۔ مشہور نام "یوخائیل" ہے، دوسرا "یوخاوند" اور تیسرا "نخیب"۔ واللہ العالم۔

سوال: (۸۳): جادو سے اثر کیسے ہوتا ہے؟ کہتے ہیں کہ بیماری سے لے کر موت تک مؤثر ہے۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ پھر تو یہ صرف نظر بندی نہ ہوئی۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس عالم اسباب میں ہر چیز علل و اسباب کی کڑیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے جس طرح ظاہری طور پر ہر خوردنی و نوشیدنی چیز میں ایک اثر وضع رکھا ہے کہ مثلاً زہر مارتی ہے اور تریاق اس کے مضر اثر کو زائل کرتا ہے۔

اسی طرح معنوی طور پر الفاظ و کلمات میں قادر مطلق نے کچھ تاثیر ودیعت کی ہے۔ اب ان کا استعمال انسان کے اختیار میں ہے، خواہ ان سے اچھا کام لے یا برا۔ باقی رہا یہ امر کہ اس کا اثر بیماری سے لے کر موت تک ہوتا ہے، غلط ہے۔ محبت و عداوت یا صحت و مرض تک تو اس کی تاثیر تسلیم کی جا سکتی ہے مگر اس سے زائد نہ۔

اس موضوع کی جملہ تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب "قوانین الشریعۃ" جلد ۲ کی طرف رجوع کیا جائے۔

مخفی نہ رہے کہ جادو کی مذکورہ بالا تاثیر بھی ڈھل مل یقین اور ضعیف الاعتقاد لوگوں پر ہوتی ہے اور کامل الایمان موحدین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سوال: (۸۴): جادو کے عمل کو کیمرہ کیوں فلماتا ہے، جب کہ اکثر علماء اسے نظر بندی سمجھتے ہیں۔ کیمرہ تو مشین ہے، اس کی نظر بندی کیسے ہوتی ہے؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: ایک شخص مٹھی میں سنگریزے لیتا ہے ۔ کیمرہ ان کو سنگریزے فلمائے گا ۔ وہ شخص جادو کے اثر سے ان سنگریزوں کا انگور کی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ تو کیمرہ ان کو انگور کی شکل میں فلمائے گا ۔ اب اس چیز کا پتا تو کھاتے وقت چلے گا کہ وہ سنگریزے ہی ہیں یا درحقیقت انگور بن چکے ہیں ۔ اس حقیقت کو فلمایا نہیں جا سکتا ۔

سوال: (۸۵): جادو، معجزہ اور کرامات اور خرقِ عادت میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جادو اور معجزہ میں جو حقیقت و مجاز والا فرق ہے وہ قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے ۔ باقی رہا معجزہ اور کرامات کا باہمی فرق؟ جب کہ دونوں خارق عادت ہونے میں مشترک ہیں ۔

کیونکہ ان کا ظہور نیچر اور قانون طبیعت کے خلاف ہوتا ہے ۔ یہ ہے کہ اگر اس خارق امر کا ظہور نبی و امام کے ہاتھوں پر ہو تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے اور اگر کسی صالح و پرہیزگار آدمی کے ہاتھ پر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے ۔

سوال: (۸۶): جادو کے توڑ کے لیے جادو سیکھنا جائز ہے؟ کیا جادو قرآنی طریقہ سے سیکھا جاتا ہے؟ جب کہ کہتے ہیں یا ابلیس یا اس قسم کا عمل کیا جاتا ہے جس میں شیطان یا جنات سے مدد لی جاتی ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جب آپ خود اپنے سوال میں تسلیم کرتے ہیں کہ جادو میں ابلیس یا جنات سے مدد طلب کی جاتی ہے تو پھر قرآن مجید سے کس طرح جادو ہوسکتا ہے؟ ہاں البتہ قرآن کی برکت سے قرآن سے جادو کا توڑ تو ہوسکتا ہے مگر جادو نہیں ہوسکتا ۔ وھو اوضح من ان یخفی۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" فروری ۲۰۰۹ء)

سوال: (۸۷): آج کل گلی گلی کوچہ کوچہ میں سفلی عملیات کے ذریعے عوام کو

جکڑا جا رہا ہے، ہاتھوں ہاتھ یہ دشمنانِ اسلام کام کر رہے ہیں، پتلے جلاتے ہیں، سلاخوں، میخوں، تیلو، قبر کھود کر خون سے تعویذات لکھ کر سور کے بال، ہڈیوں، کتّے کے بال، ناخن وغیرہ پر الٹے سیدھے عمل کرتے ہیں ۔ کیا ان سفلی عملیات کا واضح اور دکھائی دینے والا توڑ کوئی نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں تا کہ دقائق اسلام کے ذریعے سے تکلیف میں مبتلا لوگوں کو چھٹکارا مل سکے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہمیں بھی اس کا ذاتی علم ہے کہ اس اسلامی ملک میں یہ اشتہار بازی گلی گلی کوچہ کوچہ ہو رہی ہے، اور انسانیت کے ان دشمنوں کے گلے میں کوئی پٹا ڈالنے والا نہیں ہے، جب کہ اسلام میں جادوگر کی سزا موت ہے ۔ ان سفلی عملیات کا سب سے بڑا توڑ تو خدا پر توکل ہے: "و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" ۔ اور دوسرا توڑ معوّذتین (قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس) کی تلاوت ہے ۔ اور تیسرا اور آخری توڑ اس دعا کا لکھ کر اپنے پاس رکھنا جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ سے مروی ہے ۔

بسم اللہ و باللہ و ماشاء اللہ بسم اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ. ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین و یحق و یبطل ما کانوا یعملون فغلبوا ھنالک وانقلبوا صاغرین۔ (مفاتیح الجنان وزاد العباد)

سوال: (۸۹): علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم نے مکمل جلد عملیات قوی وضعیف پر مشتمل لکھ ڈالی ہے ۔ کیا آپ اس نہج پر کوئی تحقیق تحریر لکھنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میں ابطال الباطل بالباطل کا قائل نہیں ہوں ۔ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: "بعض التمائم اشراك" یعنی بعض تعویذات شرک ہوتے ہیں ۔ (مکارم الاخلاق) میں انہی عملیات کا قائل

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوں جوائمہ طاہرینؑ سے مروی ہیں اور ایسے مستند عملیات میں نے اپنی کتاب "زاد العباد لیوم المعاد" میں درج کر دیے ہیں، اس کی طرف رجوع کیا جائے ۔ ان شاءاللہ ۔

سوال: (۹۰): ہمزاد، تسخیر جنات و ملائکہ، مسمریزم ، ٹیلی پیتھی وغیرہ کے بارے میں شرعی نقطہ نگاہ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہمزاد جنات و ملائکہ کی تسخیر تو بالاتفاق مکاسب محرمہ میں داخل ہے اور کسی بھی مخلوق کو مسخر اور تابع کرنا حرام ہے ۔ چونکہ مسمریزم اور ٹیلی پیتھی بھی ابلہ فریبی اور دھوکا دہی اور اس قسم کی دوسری خرابیوں کا موجب ہیں ۔لہٰذا ایسے کاموں سے اجتناب لازم ہے ۔

سوال: (۹۱): رسم قل خوانی، قرآن خوانی بعد از نماز جنازہ چارپائی کے آس پاس بیٹھ کر قرآنی سورہ پڑھنا، اور پھر کسی مولوی کے ملک کرنا، اور اس کا مردہ کو بخشنا، یہ سب کیا ہے؟ قرآن وسنت سے وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ان سب باتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ۔سوائے قرآن خوانی کے خواہ وہ دوسرے دن ادا کی جائے یا تیسرے دن، یا اس سے پہلے یا بعد ۔اور اس میں قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مرنے والے کی روح کو بخشا جائے، یا کسی غریب کو کھانا کھلا کر یا کسی پیاسے کو پانی پلا کر یا کسی غریب کا بدن ڈھانپ کر، الغرض کوئی کارِ خیر انجام دے کر اس کا ثواب مرحوم کی روح کو بخشا جائے ، ورنہ قل خوانی ہو یا دسواں یا چہلم یہ صرف رسمیں ہیں، ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ۔ اس موضوع کی جملہ تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب "اصلاح الرسوم" کی طرف رجوع کریں ۔

سوال: (۹۲): تفسیر انوار النجف جلد ۹ صفحہ ۸ پر روایت درج ہے کہ مکھی کو

پانی میں ڈبو کر مُردہ کرایا، پھر اس پر سورۃ فاتحہ پڑھی تو مکھی زندہ ہوگئی، اور پرواز کر گئی ۔ آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس روایت کو درج کرنے والے اس کی صحت و سقم کو بہتر جانتے ہیں ۔ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ معجزہ اس وقت تک معجزہ ہوتا ہے جب تک معجز نما کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور جب کسی دوسرے کے ہاتھ میں چلا جائے تو پھر وہ معجزہ ظاہر نہیں ہوتا ۔ بلکہ عکس معجزہ ظاہر ہوتا ہے ۔مثلاً قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ خالدہ ہے ۔جب معجز نما (نبی و امام) اسے پڑھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا کریں تو یقیناً مردہ زندہ ہوسکتا ہے مگر ہماری حالت تو یہ ہے کہ جب کسی مرنے والے کی جان نہ نکل رہی ہو تو ہم اس پر سورۃ یاسین یا سورۃ صافات پڑھیں تو سورۃ ختم ہونے سے پہلے اس کی جان ختم ہوجاتی ہے ۔

بہرحال ہمارے نزدیک ایسی روایات و حکایات بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ شک کرنے والوں کو قرآن کی صداقت پر شک کرنے کا موقع مل سکتا ہے ۔

سوال: (۹۳): دعائے فرج کی سند کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔ کیا اس کا پڑھنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: دعائے فرج کی کوئی سند نہیں ہے، جناب کفعمی نے اپنی کتاب البلد الامین میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ ایک شخص قید خانہ میں قید تھا ۔حضرت امام زمانہؑ اسے خواب میں ملے، اور اسے یہ دعا پڑھنے کی ہدایت کی جس کے پڑھنے سے وہ شخص آزاد ہوگیا ۔خواب دیکھنے والا شخص نبی و امام ہو تو پھر یقیناً ان کا خواب شرعاً صحیح ہوتا ہے مگر غیر معصوم آدمی کا خواب شرعاً حجت نہیں ہے اور دُعا کے ظاہری الفاظ بھی موہم شرک ہیں ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

لہٰذا اگر اس کے پڑھنے سے اجتناب کیا جائے تو انسب واولیٰ ہے۔ اگر ان الفاظ سے مقصد توسل ہو تو پھر اس کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔

سوال: (۹۴): کیا والدہ شہزادہ علی اکبرؑ میمونہ بنت ابوسفیان کی بیٹی تھی؟ جیسا کہ لواعج الاحزان میں لکھا ہے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: شہزادہ علی اکبرؑ کی والدہ ام لیلیٰ ہیں، جو ابومرہ بن عروہ کی بیٹی اور عروہ بن مسعود ثقفی کی پوتی تھیں۔ (سعادۃ الدارین)

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مارچ ۲۰۰۹ء)

سوال: (۹۵): بینک میں پیسہ جمع کرا دیا جاتا ہے اور بینک والے اپنے دستور کے مطابق جو نفع دیتے ہیں کیا وہ لینا جائز ہے یا سود کے زمرے میں آتا ہے؟ نیز قرض لینے پر جو رقم اضافی ادا کرتے اور لیتے ہیں وہ سودی لین دین ہوگا یا جائز؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بینک اپنے شرکاء کار کو جو رقم دیتا ہے وہ چونکہ وہ ازخود دیتا ہے لوگوں کو مزید رقم جمع کرانے کی ترغیب کے لیے دیتا ہے، نیز اس کا کسی دوسرے شخص کو ضرر وزیاں بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا بلا اشکال اس کا لینا جائز ہے۔

ہاں البتہ قرضہ لینے پر بینک جو اضافی رقم لیتا ہے وہ یقیناً سود کے زمرہ میں داخل ہے اور اگر ناگزیر حالات میں ایسا قرضہ لینا پڑ جائے تو اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ قرض لینے والا یہ قصد کرے کہ وہ جس قدر قرضہ لے رہا ہے اتنی ہی مقدار اس کے ذمہ واجب الاداء ہے اور جب اضافی رقم ادا کرنے لگے تو یہ قصد کرے کہ وہ اس کا ذاتی پیسہ ہے جو بینک کو ہبہ کر رہا ہے۔ واللہ العالم۔

سوال: (۹۶): حبیب بینک اگر اسماعیلی فرقہ نے لے لیا ہے تو کیا اس سے سودی لین دین جائز ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: حدیث میں وارد ہے: "لا ربا بین اھل ملتین"

دو مختلف ملتوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ بنا بریں جائز ہوگا۔

سوال: (۹۷): قرض دے کر سود لینا تو حرام ہے مگر قرض لے کر سود ادا کرنا بسبب ضرورت بھی حرام ہے؟ توضیح فرمائیں پھر ایک ضرورت مند کیا کرے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سوال نمبر ۹۵ کے جواب میں دے دیا گیا ہے۔

سوال: (۹۸): سود صرف وزن اور پیمانہ کی چیزوں میں ہے بس۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سود کی دو قسمیں ہیں:

① قرضہ والا سود ② بیع وشرا والا سود

پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مطلقاً ہی حرام ہے۔

اور دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ سود صرف ناپی اور تولی جانے والی چیزوں میں ہے وبس۔ تفصیل "قوانین الشریعۃ" جلد ۲ میں مذکور ہے۔

سوال: (۹۹): قربانی کے جانور کو مکہ کے علاوہ اطراف عرب میں ذبح کرنا بطور عید قربان مسلمانوں کا اور خصوصاً اہل بیتؑ سے ثابت ہے۔ حوالہ ارشاد فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: حجاج بیت اللہ پر بمقام منیٰ قربانی کرنا بالاتفاق واجب ہے اور دوسرے دیار و اعصار کے اہل اسلام کے لیے قربانی کرنا صرف مستحب ہے اور یہ بات سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے ارشادات سے ثابت ہے جو کہ وسائل الشیعہ اور مستدرک الوسائل میں موجود ہیں۔ اور پرویزیوں کے سوا اور کوئی اسلامی فرقہ اس کا منکر بھی نہیں ہے۔

سوال: (۱۰۰): اگر شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے اور اگر شکار مر جائے تو کیا وہ حلال ہوگا؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں ، جب سدھائے ہوئے شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا جائے تو اگر شکار کرنے والا زندہ جانور پر پہنچ جائے تو اس کا ذبح کرنا واجب ہے اور اگر اس کے پہنچنے سے پہلے شکار مر جائے تو باتفاق فریقین وہ جانور حلال متصور ہوگا ۔

سوال: (۱۰۱): حرام جانور پر تکبیر کہی جاسکتی ہے، جب کہ وہ سخت تکلیف اٹھا رہا ہو ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: کتے اور سور کے علاوہ باقی جو حرام جانور ہیں جن کا گوشت کھانا تو حرام ہے مگر ان کا جسم پاک ہے، جیسے شیر، چیتا ، اور گیدڑ و بلی وغیرہ، تو ان پر تکبیر پڑھی جاسکتی ہے، اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک تو وہ جانور اذیت سے نجات پا جائیں گے اور دوسرا ان کا چمڑا استعمال کیا جاسکے گا ۔

سوال: (۱۰۲): سور کو پکڑ کر کتوں سے مروانا اور اسے ذلیل کر کے لذت حاصل کرنا کیا شرعاً جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو چیز اذیت پہنچائے جیسے سانپ بچھو اور سور وغیرہ کو مارنا تو جائز ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "اقتل الموذی قبل الایذاء" موذی کو اسکی اذیت رسانی سے پہلے قتل کردو ۔ (وسائل) مگر سور وغیرہ کو اس طرح اذیت پہنچانا جس طرح سوال میں مذکور ہے اور پھر اس سے لطف حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے ۔

سوال: (۱۰۳): قسم کب قسم شمار ہوتی ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو اس کا پورا کرنا چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے ۔

① اول یہ کہ وہ کام جس کے کرنے کی قسم کھائی جائے وہ کام شرعاً جائز ہو ۔

اور جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی جائے وہ شرعاً ناجائز ہو ۔

② دوم قسم جائز طریقہ پر کھائی جائے ۔ یعنی خداوند عالم کے کسی ذاتی یا صفاتی نام کی کھائی جائے ۔

③ سوم یہ ہے کہ بقائمی ہوش و حواس کھائی جائے ۔

④ اور چہارم یہ کہ بلا جبر و اکراہ کھائی جائے ۔

سوال: (۱۰۴) اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو وسیلہ دینا اس طرح واجب و لازم ہے کہ اس کے بغیر دعا مانگنا جائز نہیں ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: خداوند عالم کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیے بغیر دعا مانگنا جائز ہے ۔ ہاں البتہ قبولیت دُعا کی خاطر اور ناراض خدا کو راضی کرنے کی خاطر ان ذواتِ مقدسہ کا وسیلہ پیش کرنا احسن و اولیٰ اور مستحب ہے ۔ بہرحال واجب نہیں ہے ۔

سوال: (۱۰۵): اول و آخر درود نہ پڑھنے سے دُعا معلق رہتی ہے ۔ کیا وسیلہ کو واجب قرار دیتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سے بھی وسیلہ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اپریل ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۰۶): شفاعت کا دائرہ کیا ہوگا؟ آیا حقوق اللہ اور حقوق الناس دونوں میں شفاعت ہوگی؟ اس دنیا میں شفاعت کیسے موثر ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: شفاعت کرنے والے ذوات مقدسہ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کا دین و مذہب پسندیدہ ہوگا، جیسا کہ ارشادِ قدرت

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے: ”ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ“ اور پھر یہ شفاعت خدائے تعالیٰ کے اذن کے بعد ہوگی، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: ”من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ“ اور پھر یہ شفاعت عموماً حقوق اللہ کے بارے میں ہوگی ۔

ہاں اگر کبھی کبھار حقوق الناس کے بارے میں بھی ہوئی تو جس کی حق تلفی ہوئی ہوگی شفاعت کرنے والے بارگاہِ خداوندی سے اس کی تلافی بھی کرائیں گے تاکہ عدل و انصاف متاثر نہ ہو ۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ شفاعت بروز قیامت ہوگی ۔ دنیا میں اس کا فائدہ بطور وسیلہ ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کا واسطہ دے کر خدا سے دعا و استدعا کی جائے تو وہ کریم کرم نوازی فرماتا ہے ۔ وبس ۔

سوال: (۱۰۷): ان پڑھ ہونا عیب ہوتا ہے، جب کہ حضرت رسالت آبؐ کو اُمّی کہا جاتا ہے ۔ جس سے ان پڑھ معنی لیے جاتے ہیں، جب کہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ لکھ نہ سکتے تھے ۔ اور قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے بندے کو قلم سے علم سکھایا ۔ یہ اصل حقیقت کیا ہے؟ اُمّی کی صحیح وضاحت کیا ہے؟ ان پڑھ کو ان پڑھوں میں بھیجا، یہ سب کچھ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب ان پڑھ ہونا عام لوگوں کے لیے عیب و نقص ہے تو اگر یہی عیب کسی نبی بلکہ سید الانبیاء میں پایا جائے تو اس کی قباحت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے ۔ دراصل بات یہ ہے کہ لفظ ”اُمّی“ کے دو معنی ہیں: ① منسوب الیٰ اُمّ القریٰ، یعنی اُمّ القریٰ (جو کہ مکہ کا لقب ہے) کی طرف منسوب ۔ یعنی مکہ کا رہنے والا ۔ ② منسوب الیٰ لام یعنی جاہل ۔

عقلائے روزگار کا یہ اصول ہے کہ جب کسی لفظ کے معنی متعین کیے جاتے ہیں تو پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس شخص کے بارے میں بحث ہو رہی ہے اس کی شخصیت کیا ہے؟ بنا بریں جن لوگوں کو اُمّی اعظم کے مقام و مرتبہ کا کوئی علم

نہیں، انھوں نے اس لفظ کے معنی ”ان پڑھ“ کے کئے ہیں اور جن حضرات کو آنحضرتؐ کے مقام و مرتبہ کا علم تھا، یعنی اہلِ بیت رسالتؑ، انھوں نے اس لفظ کے معنی مکہ کے رہنے والے کے کئے ہیں ۔ بنا بریں ”ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم“ کے معنی یہ ہوں گے کہ ”خداوند وہ ہے جس نے مکہ کے رہنے والوں کی طرف مکہ کے رہنے والے ایک بزرگوار کو نبی بنا کر بھیجا“ ۔ ”لتنذر ام القریٰ و من حولھا“ ۔ ”تاکہ تو مکہ اور اس کے اردگرد والے لوگوں کو (جس میں ساری کائنات داخل ہے) بڑے عذاب سے ڈرائے“ ۔

جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ آپؐ ان پڑھ تھے (جو کہ ایک عیب ہے) قرآن مجید میں صرف یہ تاکید ہے کہ اے میرے حبیب! تو اعلانِ نبوت سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا ۔ ورنہ شک کرنے والوں کو تیری نبوت میں شک کرنے کا موقع مل جاتا ۔ ”ما کنت تقرأ من کتاب من قبلہ و لا تخطہ بیمینك اذا لا رتاب المبطلون“ اس آیت میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ ایک خاص مصلحت کے تحت اعلانِ نبوت سے پہلے تو لکھتا پڑھتا نہیں تھا ۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تو لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا ۔ ان دو باتوں میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے ۔ یعنی ”نہ لکھنا اور نہ پڑھنا“ اور ہے ”لکھ پڑھ نہ سکنا“ اور ہے ۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر (۷۲) زبانوں میں لکھ بھی سکتے تھے اور پڑھ بھی سکتے تھے ۔ (معانی الاخبار، تفسیر صافی اور البرہان وغیرہ)

مامون عباسی کے سوال پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے پیغمبر اسلامؐ کے اُمّی ہونے کی یہی تشریح فرمائی تھی ۔ جو ہم نے یہاں کی ہے ۔ (تفسیر

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۱۰۸): علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم تفسیر انوار النجف جلد ۶ پارہ نمبر ۱۰ کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ: "حضرت صاحب العصر و الزمانؑ سے بروایت اکمال الدین منقول ہے کہ خمس ہمارے شیعوں پر مباح ہے اور وہ ان کو معاف کیا گیا ہے، تا وقتیکہ ہمارا امر ظاہر نہیں ہوتا، اور یہ اس لیے ہے تاکہ ان کی ولادتیں پاکیزہ رہیں" ۔ کیا یہ روایت مستند ہے؟ اگر ہے تو علماء اس کو عوام وخواص میں واضح کیوں نہیں کرتے؟ جناب کی تحقیق کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میرے نزدیک یہ روایت ہو یا اس سے ملتی جلتی بعض اور روایات مستند و معتبر ہیں ۔ مگر ان میں واردشدہ لفظ خمس سے پورا خمس مراد نہیں، بلکہ اس کا وہ حصہ مراد ہے، جسے آج کل سہم امامؑ کہا جاتا ہے (جو کہ خدا و رسولؐ اور امامؑ کے حصص کا مجموعہ ہے) وہ آج کل غیبت کبریٰ میں شیعیانِ حیدرِ کرارؑ کے لیے معاف ہے ۔

اور جہاں تک خمس سہم سادات کا تعلق ہے تو وہ بدستور واجب ولازم ہے ۔ جو غرباء و مساکین وغیرہ سادات کا حق ہے ۔ کیونکہ امامؑ کو اپنا حصہ معاف کرنے یا وصول کرنے کا حق حاصل ہے ۔ اور میں نے اپنی فقہی کتاب "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" میں اس موضوع کی مکمل وضاحت کردی ہے ۔

باقی رہے جناب مولانا جاڑا صاحب مرحوم، ان کا اپنا عمل اس روایت کے مطابق کیوں نہیں تھا؟ یا دوسرے علماء و فقہاء اس کو عوام وخواص پر واضح کیوں نہیں کرتے؟ وہ اپنی شرعی تکلیف اور ذمہ داری کو بہتر سمجھتے ہیں ۔

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سوال: (۱۰۹): کسی کی آمدنی روزانہ، کسی کی ہفتہ وار، کسی کا ماہوار، کسی کا

ششماہی یا سالانہ ہے ۔ اس طرح بچت کا حساب بھی مختلف ہوتا ہے ۔ ایک دن وہ کافی بچت محسوس کرتا ہے، لیکن کسی مخصوص دن خرچ اخراجات کر کے کچھ بچت نہیں ہوتی ۔ خمس کے حساب کو کس طرح معین کریں؟ نیز سال میں ایک دن خمس کے لیے مخصوص کرنا سرکار محمدؐ وآلِ محمدؑ کے فرمان سے ثابت ہے؟ حوالہ جات سے واضح کریں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: خمس کی احادیث میں ایک جملہ وارد ہے، اور وہ یہ ہے: "الخمس بعد المؤنۃ" (یعنی خمس اخراجات کے بعد ہے) (کتب اربعہ، الوسائل، الوافی) اب یہ بات کہ ان اخراجات سے مراد کون سے اخراجات ہیں؟ یومیہ، ہفتہ وار، ماہوار، یا سالانہ؟ اگرچہ ان سب احتمالات کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے ۔ یومیہ اخراجات کے بعد بچت پر، ہفتہ وارانہ اخراجات کی بچت پر، اور علیٰ ہذا القیاس ۔

مگر فقہاء نے عوام اہلِ ایمان کی سہولت کی خاطر اخراجات سے سالانہ اخراجات متعین کیے ہیں کہ سال بھر کی آمدنی اور خرچ کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کا خمس ادا کر دینا چاہیے ۔ اس لیے سال کا کوئی ایک دن معین کیا جاتا ہے ۔ یعنی یہ فقہاء کا جو تجویز کردہ طریقہ ہے ۔ سرکار معصومینؑ کے عمل یا ارشاد سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے ۔ واللہ العالم ۔

سوال: (۱۱۰): اگر کوئی شخص زکوٰۃ کو تو تسلیم کرے لیکن خمس کو زکوٰۃ کی طرح فرض واجب نہ جانے تو کیا وہ شیعہ اثنا عشریہ رہے گا ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قطع نظر خمس کے اختلافی پہلو سے کہ آیا زمانہ غیبت امامؑ میں تمام خمس معاف ہے یا صرف سہم امام یا کچھ بھی معاف نہیں ہے اور پھر اس کی ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہے؟ اور اس کا مصرف کیا ہے؟ فی الجملہ خمس کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس سے بالکل انکار کرنے والا شخص کہ خمس نام کی کوئی چیز شریعت میں نہیں ہے، شیعہ کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

سوال: (۱۱۱): کیا سید کسی ذات کا نام ہے؟ سادات کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں، اب تو یہ ایک خاص ذات قرار پا چکی ہے اور اس سلسلہ کا آغاز جناب ہاشم سے شروع ہوتا ہے۔ پس جس شخص کا سلسلۂ نسب شرعی طریقہ سے جناب ہاشم تک پہنچ جائے وہ سید کہلائے گا۔

ہاں البتہ خود سادات کرام کے اندر مراتب و مدارج کا تفاوت موجود ہے۔ مثلاً جناب امیر علیہ السلام کے تین بھائی اور بھی ہیں۔ اب اگرچہ چاروں بھائیوں کی اولاد سید ہے مگر جناب امیر علیہ السلام کی اولاد کو باقی تین بھائیوں کی اولاد پر فضیلت حاصل ہے۔ اب اسی طرح جناب امیر علیہ السلام کی اولاد دو طرح کی ہے۔

① ایک وہ ہے جو جناب سیدۂ سلام اللہ علیہا کے بطن اقدس سے ہے۔

② دوسری وہ اولاد جو دوسری محترمات کے بطن سے ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جناب امیرؑ کی اس اولاد کو جو جناب سیدۂ طاہرہؑ کے بطن سے ہے اس کو دوسری اولاد پر شرف حاصل ہے۔ "وھذا اوضح من ان یخفی"۔

سوال: (۱۱۲): "منت" ماننے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ نیز کیا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے علاوہ بھی کسی بزرگ ولی کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: قسم اور عہد کی طرح منت (نذر) بھی شرعاً اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی نام کی مانی جا سکتی ہے۔ مثلاً آدمی بارگاہِ الٰہی میں یوں منت مانتا ہے کہ یا اللہ اگر تو میرا فلاں کام کر دے تو میں منت مانتا ہوں کہ تیرے نام

پر فلاں کام کروں گا۔ (اتنی رکعت نماز پڑھوں گا، یا اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنے اہلِ ایمان کو کھانا کھلاؤں گا، یا مدرسہ کے کمرے بناؤں گا) اگر وسیلہ کے لیے پنج تن پاکؑ، بارہ امامؑ اور چودہ معصومؑ کافی ہیں تو پھر کسی اور بزرگ کو وسیلہ ماننے کی ضرورت کیا ہے؟ اور اگر یہ ناکافی ہیں تو پھر ساری کائنات بھی کافی نہیں ہے۔ ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ واللہ الموفق۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مئی ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۱۳): جب دُعائیں کرتے کرتے منظور نہیں ہوتیں تو مایوسی ہونے لگتی ہے تو اطمینانِ قلب کا حصول کیسے ممکن ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: دُعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعدد علل و اسباب ہیں، منجملہ ان کے:

① ایک سبب یہ ہے کہ قبولیت دعا کے شرائط کا فقدان ہے۔ اور وہ بڑی شرطیں دو ہیں: ① صدقِ مقال ② اکلِ حلال۔ بقول شاعر: ؎

قرآن تو قرآن دعاؤں میں ہے تاثیر
جوہر جو نہیں کھلتے یہ عامل کی ہے تقصیر

② دوسرا سبب دُعا کرنے والوں کی لاعلمی ہے کہ وہ مفید و مضر چیز میں تمیز نہیں کرتے۔ یعنی وہ ایک چیز کو اپنے لیے مفید سمجھ کر خدا سے طلب کرتے ہیں، حالانکہ وہ چیز خدا کے علم کے مطابق ان کے لیے مضر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ مانگ مانگ کر تھک جاتے ہیں۔ مگر خدائے کریم ان کے مفاد کی خاطر قبول نہیں کرتا۔

بلاتشبیہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کی مثال بچے اور اس کے ماں باپ جیسی ہے کہ وہ اپنی ناسمجھی سے آگ کے انگارے کو گوہر آبدار سمجھ کر اس کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر روتا دھوتا ہے۔ مگر ماں باپ چونکہ انگارہ کے ضرر وزیاں سے واقف ہیں، اس لیے وہ اسے نہیں دیتے۔ "واللہ یعلم وانتم لا تعلمون" ۔اللہ بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

لہٰذا مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ اور اطمینان قلب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یقین رکھے کہ دعا قبول ہو یا نہ ہو۔ یہ خود عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "اُدعونی" مجھ سے دعا مانگا کرو۔

حدیث میں وارد ہے کہ جو دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوتیں آخرت میں ان کا دُعا گو کو اس قدر اجر وثواب ملے گا کہ وہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! میری دنیا میں کوئی بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔ اور آج مجھے وہ سب اجر وثواب دیا جاتا۔

سوال: (۱۱۴): تعویذات، اور دم درود کیا سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام مستند طریقے سے مروی ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: وہ جو رسم ہے کہ پیر فقیر اور بعض بزرگ کچھ قرآنی سورتیں اور دعائیں پڑھ کر بیمار پر دم کرتے ہیں یعنی اس پر پھونک مارتے ہیں۔ یہ بات شرعاً ممنوع ہے۔ جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "الحدود و التعزیرات" میں لکھتے ہیں: "قرآن و دعائے کہ برائے مطلبے بخوانند خوب است مگر ندمند بدہان کہ دراں غدغۂ جادوی شود" کہ اگر قرآن و دعا کو کسی مطلب کے لیے پڑھا جائے تو بہتر ہے مگر منہ سے دم نہ کریں (پھونک نہ ماریں) کہ اس میں جادو کا شک پڑتا ہے اور جہاں تک تعویذات کا تعلق ہے تو یہ بھی بعض مطالب کے حصول یا بعض بیماریوں کے ازالہ کے لیے

مل جاتے ہیں مگر۔ معصومین علیہم السلام نے اس سلسلہ میں زیادہ تر پڑھنے کے لیے مخصوص نمازیں یا مخصوص دُعائیں تعلیم دی ہیں۔ یا پھر عام کتابوں میں بعض تعویذات کی بھرمار نظر آتی ہے۔

اگر یہ مستند طریقہ ہے ان ذواتِ مقدسہ سے مروی نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: "بعض التمائم اشراك" کہ بعض تعویذات شرکیہ ہوتے ہیں۔ (مکارم الاخلاق) ہاں البتہ جو تعویذات مستند طریقہ سے مروی ہیں ان کو عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

سوال: (۱۱۵): درشب معراج پس پردہ سے کلام کرنے کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ خدا پردہ کے اُس طرف اور مصطفیٰؐ اس طرف۔ اس طرح تو خدا کی جسمانیت اور محدودیت لازم آئے گی۔ اصل حقیقت کی وضاحت ارشاد فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: خدا اس طرف اور مصطفیٰؐ اس طرف (العیاذ باللہ)

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

یہ باتیں دراصل مقصد معراج کو نہ سمجھنے کا قدرتی نتیجہ ہیں۔ خداوند عالم نے پیغمبر خاتمؐ کو اس لیے معراج پر نہیں بلوایا تھا کہ وہ ان کو اپنا آپ دکھائے یا پس پردہ رہ کر گفتگو فرمائے۔ بلکہ اس لیے بلوایا تھا کہ انھیں ملکوت سماوی میں اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائے، جیسا کہ آیت معراج میں وارد ہے: "لنریۂ من اٰیاتنا" (تا کہ ہم انھیں اپنی نشانیاں دکھائیں) تا کہ عالمین کا نبی صرف سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ بچشم خود اپنی مشاہدہ کردہ حقیقتیں بیان فرمائے اور شب معراج جو مکالمہ ہوا کہ پس پردہ سے آواز آئی تھی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس طرف خدا بیٹھا ہوا تھا (العیاذ باللہ)

بلکہ اس کا مطلب بالکل وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ سے کلام کرتے وقت

Presented By: https://jafrilibrary.com

پہاڑ پر درخت سے آواز آئی تھی۔ خدا کے متکلم ہونے کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ جس چیز میں چاہتا ہے کلام پیدا کر دیتا ہے۔ ورنہ اس کی ذات جسم وجسمانیات اور مکان ومکانیات وغیرہ سے منزّہ ومبرّا ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ ونعم ما قیل:

ے جنھیں ہم ڈھونڈتے تھے آسمانوں اور زمینوں میں
وہ نکلے آخر اپنے خانۂ دل کے مکینوں میں

سوال: (۱۱۶): کیا جادو کے اثرات رسولِ خداؐ وائمہ ہدیٰؑ پر بھی ہوتے یا ہوسکتے تھے؟ جیسا کہ بعض روایات اور تفسیروں میں ملتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: حضرتِ رسولِ خداؐ ہوں یا ائمہ ہدیٰؑ، ان کا مقام تو انتہائی بلند و بالا ہے۔ جادو کا اثر تو ان لوگوں پر بھی نہیں ہوتا جو ان ذواتِ مقدسہ کے غلام ہیں۔ یعنی کامل الایمان ہیں اور خدا پر توکل و اعتماد کرنے والے ہیں۔ "ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ"۔ اس سلسلہ میں وارد شدہ روایات غیر معتبر ہیں اور اخبار آحاد ہیں، جو قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

سوال: (۱۱۷): نظر بد کی حقیقت کیا ہے؟ طریق تحفظ بھی بیان فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر قرآن وسنت میں نظر بد کو برحق نہ کہا گیا ہوتا تو ہم اپنے مضبوط عقیدۂ توحید کی بنا پر اس کا عقیدہ نہ رکھتے۔ جناب یعقوبؑ اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں: "لا تدخلوا من باب واحد" (سورہ یوسف) کہ تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ (تاکہ تمھیں نظر بد نہ لگ جائے) اور متعدد احادیث میں وارد ہے کہ نظر بد اِک توانا آدمی کو قبر میں اور تندرست اُونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔ (الوسائل، البحار) اور اس میں نظر بد لگانے والے کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

بلکہ خدائے قدیر نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس کی

آنکھوں میں ایسی تاثیر ودیعت کی ہے کہ جو جس چیز پر تعجب اور پسند کی نظر ڈالے وہ اس کی بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔ جس سے بچنے کے لیے بعض اخبار و آثار میں ہے کہ نظر بد لگانے والے کو چاہیے کہ وہ پڑھے: "ما شاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔ اور جس کو نظر لگنے کا اندیشہ ہے تو وہ معوذتین پڑھے۔ انشاء اللہ اس کا اثر بد زائل ہوجائے گا۔

سوال: (۱۱۸): صدقہ کی اہمیت کیا ہے؟، صدقہ کتنا، اور کیسے دینا چاہیے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: احادیث اہلِ بیتؑ میں صدقہ دینے کی بڑی فضیلت اور تاکید وارد ہوئی ہے، یہاں تک وارد ہے: "لا یرد البلاء الا الدعا ولا یرد القضاء الا الصدقۃ"۔ کہ بلا کو نہیں ٹالتی مگر دعا، اور قضا کو نہیں ٹالتا مگر صدقہ۔ یہ بھی وارد ہے کہ دن اور رات کا آغاز صدقہ دینے سے کرنا چاہئیے۔

اس طرح آدمی دن رات بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز واضح رہے کہ صدقہ ہر چیز کا دیا جاسکتا ہے۔ پیسہ ہو یا کپڑا، روٹی ہو یا پانی یا کوئی اور چیز۔ اس کے لیے کوئی مخصوص چیز نہیں ہے۔ اور ہر محتاج کو دیا جاسکتا ہے اور اگر کسی غریب اہلِ ایمان کو دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جون ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۱۹): جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدا تعالیٰ کا یہ کہلوانا کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ مدعا ومقصد کیا تھا؟ نیز غیب کی نفی پر بھی روشنی ڈالیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس اعلان و اظہار کا مقصد بڑا واضح ہے کہ دور جاہلیت کے لوگ ہوں یا موجودہ روشنی کے دور کے لوگ۔ بالعموم عام لوگ، دینی رہنماؤں یعنی انبیاء ومرسلینؑ کے بارے میں دو قسم کا نظریہ رکھتے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

① ایک یہ ہے کہ وہ مافوق الفطرت قوتوں کے حامل ہوتے ہیں اور لوگوں کی حاجت برآری کر کے ان کو سود وزیاں پہنچاتے ہیں ۔

② دوسرا یہ کہ وہ کاہنوں کی طرح لوگوں کو غیبی خبریں دیتے ہیں ۔ آنے والے حالات سے آگاہ کرتے ہیں اور گم شدہ چیزیں بتاتے ہیں ۔

خداوند عالم عوام الناس اور ان کی اس غلط سوچ پر تنبیہ کر رہا ہے کہ ایک دینی راہبر و رہنما کا اصلی کام خدا کا بتایا ہوا دین اور اس کا پیغام ان تک پہنچانا ہے اور اس طرح ان کو جنت کا مستحق بنانا اور جہنم سے بچانا ہے ۔ نہ وہ ان کے دنیوی نفع ونقصان کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی کاہن اور غیب دان ۔

بلکہ وہ تو اپنے ذاتی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوتا، اس کے ساتھ جو کرتا ہے خدائے تعالیٰ کرتا ہے ۔ اور نہ ہی وہ غیب دان ہوتا ہے، بلکہ وہ اتنا جانتا ہے جتنا خدا اُسے جنواتا ہے ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ لوگوں کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کی جائے اور انھیں شرک جیسے ناقابلِ معافی جرم سے بچایا جائے ۔

سوال: (۱۲۰): جناب زلیخا کے جوان ہونے اور پھر جناب یوسفؑ سے شادی کرنے اور اولاد ہونے سے متعلق اصل واقعہ بیان فرمائیں ۔ کیا عزیز مصر فوت ہوگیا تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس قسم کے واقعات میں نہ قرآنی آیات درکار ہوتی ہیں اور نہ روایات متواترات، نہ ہی صحیح سند اخبار آحاد، بلکہ اگر کوئی ایک آدھ قابلِ اعتبار روایت مل جائے جو نہ عقل کے خلاف ہو اور نہ ہی مذہبی مسلمات کے خلاف ہو تو اس پر اعتماد کر کے اعتبار کیا جاسکتا ہے ۔ جیسا کہ جناب زلیخا کے بارے میں یہ واقعہ فریقین کی کتابوں میں مذکور ہے کہ عزیز مصر کے فوت ہوجانے اور جناب یوسفؑ کے تختِ مصر پر بیٹھنے اور جناب زلیخا کے مفلوک

الحال اور بوڑھی ہوجانے کے بعد ایک بار جبکہ جناب یوسفؑ اپنے شاہی جاہ و جلال کے ساتھ بازار سے گزر رہے تھے تو جناب زلیخا ایک کونہ پر کھڑی یہ منظر دیکھ کر بولیں:

"ہر قسم کی حمد وثنا اس خدا کے لیے ہے جس نے اپنی اطاعت کی بدولت غلاموں کو شاہ اور اپنی عصیان کاری کی وجہ سے شاہوں کو گدا بنایا ہے" ۔

جناب یوسفؑ یہ سن کر ادھر متوجہ ہوئے ۔ دیکھا کہ یہ بات کہنے والی زلیخا ہے، جو بڑی خستہ حال تھی ۔ جناب یوسفؑ کو اس کی حالت پر بڑا ترس آیا ۔ اور اس سے پوچھا کہ تو نے وہ اقدام کیوں کیا تھا؟

زلیخا نے بتایا کہ اس کا سبب تین چیزیں تھیں:

① عزیز مصر کا نامرد ہونا ۔

② تیرا حسن وجمال کا مالک ہونا ۔

③ اور مجھے مال ودولت کی فراوانی حاصل تھی ۔

یہ سن کر جناب یوسفؑ کو اس پر ترس آیا، اور خدائے رحمن ورحیم کو بھی اس کی حالت زار پر رحم آیا ۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے جوان بنایا، پھر جناب یوسفؑ سے ان کا عقد وازدواج فرمایا، اور پھر نعمت اولاد سے نوازا، تا کہ ان کی اطاعت گزاریوں کا کچھ صلہ اور آخرت سے پہلے دارِ دنیا میں بھی ان کو مل جائے ۔ واللہ العالم ۔ (قصص الانبیاء، حیات القلوب وغیرہ)

سوال: (۱۲۱): اللہ حق ہے اور اس سے دُعا کرنا اور اس ہی کو پکارنا حق ہے، اس کے سوا کسی کو نہ پکارنا چاہیے، بلکہ باطل ہے ۔ یا اللہ کے ساتھ مصیبت کے وقت یا محمدؐ یا علیؑ یا حسنؑ یا حسینؑ یا فاطمۃؑ الزہراء کا بار بار نام لینا غیر اللہ کو پکارنے

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

کے زمرہ میں آئے گا یا نہیں؟ جیسا کہ مسجد میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن مجید میں جہاں یہ وارد ہے: "لہ دعوۃ الحق" (اس اللہ کو ہی پکارنا حق ہے) اور یہ کہ: "والذین تدعون من دون اللہ" کہ (جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے ۔ یا یہ کہ "ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا" (مساجد اللہ کے لیے ہیں، لہٰذا ان میں غیر اللہ کو نہ پکارو)

ان آیات سے مراد یہ ہے کہ امور تکوینیہ (جیسے خلق ورزق، موت وحیات، شفاء، مرض وغیرہ) میں ۔ اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکارو ۔ کیونکہ یہ امور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔ اس نے ان امور کی انجام دہی کسی نبی و وصی اور کسی ولی کے سپرد نہیں فرمائی ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اور کسی کا نام لے کر نہ پکارو ۔

بنابریں یا محمدؐ، یا علیؑ، تا آخر کہنے والے کا اگر یہ مقصد ہے کہ وہ ان امور میں ان ذوات مقدسہ کو پکار رہا ہے کہ وہ اسے اولاد یا جائیداد یا مقدمہ میں کامیابی یا مرض میں صحت یابی دیں تو یہ دُعا و پکار اسی باطل کے زمرہ میں آئے گی ۔ اور اگر ان ذواتِ مقدسہ کی محبت ومودت اور للہ ان سے اظہارِ عقیدت و اِرادت اور ان کے ذکر کو عبادت سمجھ کر پکار رہا ہے تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔ بلکہ حق کے زمرہ میں داخل ہے ۔

سوال: (۱۲۲): جناب رسولِ خدا ﷺ کو مختار کل کہنا جائز ہے، عقیدہ تفویض کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: پوری کائنات میں مختارِ کل صرف خداوند عالم کی ذاتِ عالی صفات ہے وبس ۔ اور جہاں تک پیغمبر اسلام ﷺ یا ان کے اوصیاء کرام علیہم السلام کا تعلق ہے تو وہ نہ امور تکوینیہ میں مختار کل ہیں اور نہ امور دینیہ میں ۔ امور تکوینیہ از قسم خلق ورزق اور موت وحیات وغیرہ میں تو اس لیے مختارِ

کل نہیں ہیں کہ خداوند عالم نے یہ امور ان کے حوالے کیے ہی نہیں ہیں، بلکہ خود اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔ "اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم" الآیۃ... (سورہ روم) اور امور دینیہ میں اس لیے کہ وہاں عام معاملات میں خداوند عالم کی مرضی ومنشاء کے تابع ہیں ۔ "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی" ۔ (سورۃ النجم)

ع یہی تھے دو حساب سو یوں پاک ہوگئے

عقیدہ تفویض (جو کہ باطل بھی ہے اور شرک بھی ہے) یہی ہے کہ آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ خداوند عالم نے امور تکوینیہ کی انجام دہی کسی نبی یا وصی یا ولی کے حوالے کردی ہے ۔

سوال: (۱۲۳): ولایت کے معنی اور دائرہ کار کیا ہے؟ اور ولایت محمدؐ وآل محمدؐ سے کیا مراد ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: لفظ "ولایت" کی واؤ پر اگر زیر پڑھی جائے تو اس کے معنی محبت ومودّت کے ہیں، جو کہ آیت مودت (قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ) کا مقتضا ہے ۔ اور اگر واؤ پر زبر پڑھی جائے تو اس کے معنی حکومت یا آقائی اور سرداری کے ہوں گے ۔ (جو کہ آیت ولایت "انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین اٰمنوا الذین" ... الایۃ) کا مقتضا ہے ۔ الغرض سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کی محبت ومودت بھی واجب ہے ۔ اور ان کو اپنا آقا ومولیٰ اور واجب الاطاعت سردار ماننا بھی لازم ہے ۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے: "یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" ۔ واللہ الموفق ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جولائی ۲۰۰۹ء)

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۱۲۴): کیا معجزہ کے رونما ہونے میں صاحبِ معجزہ کی شخصیت اور اس کا ارادہ بھی داخل ہوتا ہے یا فقط صاحبِ معجزہ معجزہ کی رونمائی کا پردہ ہوتا ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ بات اپنے مقام پر یعنی علم کلام میں دلائل عقلیہ و شرعیہ سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل جس کی قوت قاہرہ اور قدرتِ کاملہ سے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے وہ خداوند عالم کی ذات ہے ۔ لہٰذا معجزہ کی خدا کی طرف نسبت حقیقی ہوتی ہے اور چونکہ وہ نبی و امام کی استدعا و دعا پر ظاہر ہوتا ہے لہٰذا ان کی طرف بھی اس کی نسبت ہوتی ہے ۔ مگر وہ مجازی ہوتی ہے ۔
جہاں تک معجزہ نما کی شخصیت کا تعلق ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ معجزہ صرف نبی و امام کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کسی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوتا ۔ اس کے ظہور میں صرف خدا کی قدرت اور اسی کا ارادہ داخل ہوتا ہے ۔

سوال: (۱۲۵): معجزہ دکھاتے ہوئے صاحبِ معجزہ کائنات میں تصرف کرتا ہے یا خود ذاتِ احد مستقیماً بلا واسطہ معجزہ کو وجود میں لاتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ابھی اوپر سوال نمبر ۱۲۴ میں اس کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہوتا ہے جو مستقیماً نبی یا امام کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے ۔
لہٰذا اس طرح صاحبِ معجزہ کائنات میں کوئی تصرف نہیں کرتا، تصرف خدا کرتا ہے اور اس کا اظہار نبی و امام کے ہاتھ پر کرتا ہے ۔ اس موضوع کے تفصیلی دلائل اور دوسری تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب "احسن الفوائد" اور "اصول الشریعۃ" کی طرف رجوع کیا جائے ۔

سوال: (۱۲۶): "یا علیؑ مدد" کہنے سے کیا حضرت علیؑ ہماری ندا، التجا، دعا اور عرض سنتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اسلام و اہلِ اسلام و ایمان کی ملاقات کے وقت جو سلام و جواب مقرر کیا ہے، وہ "السلام علیکم" یا "سلامٌ علیکم" اور "علیکم السلام" یا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" ہے ۔ عند الملاقات ایک کا "یا علیؑ مدد" اور دوسرے کا "پیر مولا علیؑ مدد" کہنا شش امامی فرقہ یا اسماعیلیوں کا مذہبی شعار ہے ۔ یا زیادہ سے زیادہ پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں میں مرسوم ہے ۔ اور ویسے بھی اس کے ساتھ جب تک "مدد کر" یا "نہ کر" کا تتمہ نہ لگایا جائے، تب تک یہ جملہ ادھورا رہتا ہے اور ہے بھی بے محل ۔
کیونکہ "یا" صرف "حرفِ ندا" ہے ۔ آپ کا مخاطب اور شخص ہے اور آپ پکار مولا علیؑ کو رہے ہیں ۔ اس مخاطب کا نام "علیؑ" نہیں ہے ۔ اور "مولا علیؑ" کا نام حضرت علیؑ ہے، یا علیؑ نہیں ہے ۔
بہرحال اس فقرہ کی کوئی چول بھی سیدھی نہیں ہے ۔ اور نہ ہی یہ شرعی سلام ہے ۔ اور نہ ہی شرعی سلام کا قائم مقام ہے ۔ اس سوال کا کوئی محل ہی باقی نہیں رہتا کہ مولا علیؑ سنتے ہیں یا نہ؟ جیسا کہ ظاہر ہے ۔ لہٰذا اسلامی سلام ہی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر اکتفا کرنا چاہیے ۔ واللہ الموفق ۔

سوال: (۱۲۷): اگر خطاب محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام میں کسی ایک کو کیا جائے اور مرکز ذہن میں اللہ ہو تو کیا ہم ایسا بھی کہہ سکتے ہیں کہ: اے مولا علیؑ! تجھے واسطہ جناب حسنینؑ کا، یا اے جناب فاطمۃ الزہراءؑ تجھے واسطہ جناب سکینہ اور جناب علی اصغر کا، میری مدد فرمائیں ۔ ان تک ہماری التجا و دعا پہنچتی ہے؟ ان کو خطاب کر کے مرکز اللہ تعالیٰ کو جانتے ہوئے دعا مانگنے کا ان ہی کی تعلیمات کے حوالہ سے ارشاد فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: دعا و پکار کا مذکورہ بالا طریقہ کار نہ سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

السلام کے قول سے ثابت ہے اور نہ عمل سے ۔یعنی نہ انھوں نے اس طرح دعا مانگی تھی اور نہ ہی کسی کو اس طرح دعا مانگنے کی تعلیم دی تھی ۔اور یہ چیزیں بفضلہٖ تعالیٰ عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے ۔

بھلا جب یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ قاضی الحاجات اللہ ہے، کائنات کا مرکز اللہ ہے، اور مجیب الدعوات ہے اور سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام اس کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں جب ہر مومن کا یہ عقیدہ ہے تو دعا بھی کیوں نہ اس طرح مانگی جائے جو عقیدہ کے مطابق ہو؟ دل میں عقیدہ اور ہو، اور منہ اور زبان پر الفاظ اور ہوں؟ یہ دوعملی مومن کی شان سے بعید ہے ۔

لہٰذا کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ زبان کو دل کے ساتھ ہونا چاہیے ۔جب خدا مرکز ہے تو دعا والتجا واستدعا میں بہرحال خطاب خدا کو کرنا چاہیے اور اس دعا میں وسیلہ اور واسطہ ان ذواتِ مقدسہ کا پیش کرنا چاہیے ۔جیسے : یا اللہ ! تجھے واسطہ حضرت نبیؐ وعلیؑ کا، مجھے جاگیر جنت عطا فرما اور جہنم سے بچا وغیرہ ۔

یہ ہے وہ طریقہ جو انبیاء ومرسلین واوصیاء اور اولیاء منتجبین اور عباد اللہ الصالحین کا معمول رہا ہے ۔اور قیامت تک رہے گا ۔اس موضوع کی جملہ تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب "اصول الشریعۃ" کی طرف رجوع کیا جائے ۔

سوال:(۱۲۸): کیا محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ دینا، یا ان بزرگواروں کو وسیلہ قرار دینا واجب ہے؟ کیا وسیلہ کے بغیر دعا براہِ راست اللہ سے مانگنا جائز نہیں ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ان بزرگاروں کو وسیلہ قرار دینا ہرگز واجب نہیں ہے اور ان کے توسل کے بغیر بھی خدا سے دعا واستدعا کرنا یقیناً صحیح اور جائز ہے ۔ہاں البتہ ان ذواتِ مقدسہ کا واسطہ دینا اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنا اولیٰ و

افضل ہے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے روٹھے ہوئے خدا کو منانے اور اس سے دعا قبول کرانے کا تیر بہدف نسخہ ہے وبس ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اگست ۲۰۰۹ء)

سوال:(۱۲۹): پوری امت مسلمہ محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام پر درود وسلام پڑھتی ہے، کیا وہ پڑھنے والوں کا درود وسلام سماعت فرما رہے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ایک حدیث پیغمبرؐ میں مروی ہے، فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں، اور جو دور سے بھیجتے ہیں اس کے مجھ تک پہنچنے کا خدا نے یہ انتظام فرمایا ہے: "ان للہ ملائکۃ سیاحون فی الارض یبلغونی عن امتی السلام" کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ مخصوص فرشتے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میری امت کے جو لوگ مجھ پر درود وسلام بھیجتے ہیں وہ مجھ تک پہنچاتے ہیں ۔(بحار الانوار، کامل الزیارۃ)

ویسے بھی دیکھا جائے تو لوگ جو درود پڑھتے ہیں اس کا خطاب تو خدا سے ہوتا ہے کہ: "اللھم صل علی محمد و آل محمد" لہٰذا سننا تو خدا کو چاہیے، تاکہ وہ ہماری دعا واستدعا پر ان ذواتِ مقدسہ پر رحمت نازل فرمائے ۔

سوال:(۱۳۰): ہمارے اعمال صرف امام زمانہؑ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں یا چہاردہ معصومینؑ کے سامنے بھی پیش ہوتے ہیں؟ یا براہِ راست ملاحظہ فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس معاملہ میں جو حقیقت سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے کراماً کاتبین ہمارا لکھا ہوا نامۂ اعمال امام وقت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، صبح والے شام کو اور شام والے صبح کو اور وہ اس طرح بالواسطہ ہمارے اعمال وافعال سے

Presented By: https://jafrilibrary.com

آ گاہ ہوتے ہیں ۔ اور یہ احادیث قرآنی آیت: "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ و المومنون" کی تفسیر میں بھی وارد ہیں ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر صافی، برہان، نورالثقلین وغیرہ) اور اصول کافی، اور سابع بحار الانوار میں مذکور ہیں ۔ براہِ راست دیکھنا صرف خدائے قدوس کی صفتِ خاصہ ہے جو ساری کائنات کا ناظر و نگران بھی ہے اور ہر چیز پر حاضر و ناظر بھی ہے ۔ اور "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" کا مصداق بھی ہے ۔ اور اس صفت میں کوئی بھی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے ۔

ہاں البتہ اگر یہ (ذواتِ مقدسہ) کسی کے کردار کو براہِ راست دیکھنے کی ضرورت و خواہش کریں تو خدا ان کو دکھا دیتا ہے ۔ تفصیل "اصول الشریعۃ" میں مذکور ہے ۔

سوال: (۱۳۱): مرجانے کے بعد مردہ کچھ سنتا ہے؟ کہتے ہیں کہ رونے چلانے والوں کی باتیں سن رہا ہوتا ہے اور جواب نہیں دے سکتا ۔ نیز تلقین کب سے شروع ہوئی؟ "فہم" کو مردہ فہم کر رہا ہوتا ہے کہ اس کے بازو ہلاتے ہیں؟ اس مکمل تلقین کا کسی امامؑ نے حکم دیا، اپنے دور میں کس امامؑ نے کس مومن پر پڑھی تھی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں جو کچھ سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے ارشادات میں وارد ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ سماع کا تعلق جسم و روح کے اتصال کے ساتھ ہے ۔ تو ظاہری موت سے لے کر تلقین پڑھانے تک روح کا جسم سے اس طرح تعلق ہوتا ہے جس طرح شعاع کا سورج سے ہوتا ہے ۔ اور جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو روح فی الجملہ بدن میں داخل کی جاتی ہے ۔ اور اس کے بعد جسم و روح کا مکمل انقطاع ہو جاتا ہے جو دوبارہ بروز قیامت اتصال ہوگا ۔ جب مردے اسی دنیاوی جسم و روح سے ساتھ محشور ہوں

گے ۔ اور حساب و کتاب کے بعد جزا یا سزا پائیں گے ۔

لہٰذا اس دوران چونکہ روح کا جسم سے فی الجملہ تعلق ہوتا ہے، وہ لوگوں کی باتیں سنتا ہے ۔ تلقین اور اس کے "افہم" کا اسے فہم بھی ہوتا ہے ۔ اگر اسے فہم و ادراک نہ ہو تو اس سے کلام کرنا ایسے ہی عبث و بے کار ہوگا جس طرح کوئی پتھر یا دیوار سے کلام کرے ۔ اور معصومین علیہم السلام کے مقام اور ان کی شان سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ کوئی عبث کام کریں یا اس کے کرنے کا حکم دیں ۔

اور جہاں تک تلقین پڑھنے پڑھانے کا تعلق ہے تو اس کی ابتداء خود سرکار ختمی مرتبتؐ نے فرمائی، اور خود جناب فاطمہ بنت اسد (حضرت امیر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ) کی تلقین پڑھائی تھی اور نکیرین کے سوال و جواب کے وقت جب امامت کے سوال پر بی بی نے اپنے بیٹے کا نام لینے پر قدرے جھجک محسوس فرمائی تو آپؐ نے لقمہ دیا تھا: چچی اماں! کہو: "ابنك ابنك" تیرا بیٹا امام ہے تیرا بیٹا امام ہے ۔ لیکن" لا جعفر و لا عقیل" جعفر و عقیل نہیں (بلکہ حضرت علی علیہ السلام) (فروع کافی) اسی طرح دوسرے طاہرینؑ بھی پڑھتے پڑھاتے تھے اور اس کے پڑھنے کا حکم بھی دیتے تھے ۔ (کتب اربعہ وغیرہ)

سوال: (۱۳۲): چہاردہ معصومینؑ یا جناب ابوالفضل العباسؑ یا جناب زینبؑ یا ام کلثومؑ و رقیہؑ اور جناب ربابؑ و دیگر افراد اہلِ بیتؑ کے نام ہدیۃً دو رکعت نماز پڑھ کر یا کچھ نوافل پڑھ کر ان سے شفاعت و سفارش کی اِلتجا کی جاسکتی ہے؟ اور دِل میں یہ تصور کرسکتے ہیں کہ اب ان سے ہمارا رابطہ ہو گیا ہے اور وہ شفاعت کریں گے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ایسے عمل اور ایسے نظریہ کے بارے میں خود اہلِ بیتؑ کے ارشادات خاموش ہیں ۔ اور ایسے مسائل و مقامات پر خاموشی ہی بہتر ہوتی

Presented By: https://jafrilibrary.com